بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

سود - قمار - لاٹری وغیرہ
اور
انجمن ہائے اسلامیہ

مضمون سود - قمار - لاٹری وغیرہ رسالہ نمبر ۱ جلد ۱۲ میں بہ ۱۸۸۹ء شروع ہوا تھا اسی سال سے طاعون عقائد میرزائی شروع ہوگیا - تو مسلمانوں کا روحانی حکیم اور دینی خادم اشاعۃ السنہ اور سب کاروبار چھوڑ کر اسی طاعون کے معالجہ و مدافعت میں لگ گیا - اور جلد ۱۸ رسالہ تک (جو ۱۸۹۶ء میں ختم ہوتی ہے) اسی مرض مہلک کے اثر سے مسلمانوں کو بچانے کی کوشش میں مصروف رہا - اس سال خدا تعالے نے اس مرض کے تعدیہ عام کو روک لیا ہے - اور اس مرض کے متعفن مادہ الہامات منتنہ مندرہ قادیانی کو زور حکومت سے بند کرا دیا ہے چنانچہ مضمون شکست قادیانی میں بضمن نمبر ۹ جلد ۱۸ بیان ہوا ہے - تو اب پھر وہ وقت آگیا ہے کہ وہ پچھلے نا تمام مضامین کو پورا کرے - اور پھر تفسیر القرآن (جسکا اشتہار نمبر ۴ و ۵ میں دیا گیا ہے) شروع ہو - لہذا سب سے پہلے اس مضمون کو شروع کیا جاتا ہے جسپر ایک باعث یہ بھی ہوا ہے کہ پنجاب کے بعض اسلامی انجمنوں نے مسلمانوں کی شادی و وفات کے متعلق ایسے فنڈ (مدات) کھول دیئے ہیں جو سود - و

قمار یا لاٹری سے خالی نہیں ہیں۔ اور ان انجمنوں کی ایسی کارروائیوں کی نسبت چاروں طرف سے استفتا آتے ہیں جنکے قلمی جوابات لکھنے میں بہت اوقات صرف ہو چکے ہیں۔ اور آئندہ بھی صرف ہوتے نظر آتے ہیں۔ ازانجملہ بعض استفتا حضرت شیخنا و شیخ الکل جناب مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کی خدمت عالی میں دہلی پہنچے۔ اور وہاں سے جواب لکھنے کا حکم لیکر خاکسار کے پاس آئے ہیں اور اکثر براہ راست خاکسار کے پاس پہنچے ہیں اس قسم کے پرانے استفتاؤں کو ہم ذکر نہیں کر سکتے تازہ استفتا جو سال حال میں پہنچے ہیں بطور تمثیل نقل کئے جاتے ہیں پس ازانجملہ ایک استفتا متعلق انجمن مسلم تنبول فنڈ گورداسپور ہے جس کی نقل یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً و مصلیاً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شمولیت ایسے فنڈ و کمیٹی جیسے کہ آجکل جاری ہیں مثلاً مسلم تنبول فنڈ گورداسپور میں جسمیں ہر شخص کو باوقات مختلف اور شادیوں پر کچھ روپیہ کے تنبول دینا پڑتا ہے۔ اور اپنی شادی کے موقعہ پر اس رقم ادا کردہ سے اسکو زیادہ تنبول ملجاتا ہے۔ اس قسم کی زیادتی میں اور ایسے فنڈ میں شامل ہونا۔ اور امداد دینا۔ اور امداد حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا و توجروا قواعد کی کاپی بغرض ملاحظہ حاضر ہے۔

راقم شیر محمد امام مسجد حجامان گورداسپور۔

اس استفتاء کے راقم میاں شیر محمد صاحب اپنے خط ۸ مئی ۱۸۹۶ء میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ استفتا میں نے لاہور امرتسر دہلی۔ ملتان۔ پشاور۔ راولپنڈی۔ کانپور۔ آگرہ۔ وغیرہ شہروں کے علماء کے پاس روانہ کیا ہے کہیں سے جواب نہیں آیا۔ اور اس سے پہلے وہ صاحب بٹالہ میں خاکسار کو ملے تو مظہر ہوئے کہ لاہور امرتسر کے جن علماء کے پاس مینے یہ سوال پیش کیا۔ ان سبھوں نے آپ ہی کا نام لیا۔ اور کہا کہ انکے پاس پہنچاؤ۔ وہی اسکا جواب دینگے۔

دوسرا استفتاء اسی انجمن کے متعلق بالا گھاٹ ممالک متوسط سے آیا ہے جس کی نقل یہ ہے :۔

۱۹۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی نبیہ الکریم

۲۰۔ اپریل سنہ ۱۸۹۸ء

از ابو محمد جمال الدین بخدمت جناب مولانا و مرشدنا مولوی صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جو انجمن گورداسپور میں شادی کے واسطے مسمے بہ مسلم تنبول گورداسپور قائم ہوئی ہے۔ شرعاً ہمیں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔ اور دنیوی طور پر شریک ہونا فائدہ مند ہے یا نہیں مطلع فرمایئے گا

(دستخط جمال الدین ڈاکٹر بالا گھاٹ جیل و پولیس۔)

تیسرا استفتاء جو اسی انجمن کے متعلق موضع سوہل ضلع گورداسپور سے آیا ہے یہ ہے :۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از علی محمد بخدمت شریف مولوی صاحب ابو سعید محمد حسین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عرض یہ ہے کہ حال میں مسلم تنبول فنڈ نکلا ہے گورداسپور میں۔ اسکا بیان مفصل اپنی کتاب میں جلد ۱۹ میں لکھیں خاکسار نے بعض علماء سے یہ مسئلہ دریافت کیا تھا تو جواب ملا کہ درست ہے۔ اور بعض علماء کا قول ہے کہ نادرست ہے۔ اب میں سکوت کر گیا ہوں۔ جب آپ کی کتاب چھپ جاویگی تو بعد مطالعہ بعد میں منادی کر دونگا۔ مورخہ ۱۸۔ مئی سنہ ۱۸۹۸ء۔

چوتھا استفتاء متعلق انجمن معین المسلمین لاہور ہے۔ جو نگھیانہ ضلع جھنگ سے آیا ہے:۔

جناب مولوی صاحب جی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے بعد واضح ہووے کہ کمترین فرزند مولوی رحیم بخش سکنہ محلہ قاضیاں ہتھیاں کا ہے شاید جناب کو معلوم ہو گا۔ میرا نام حبیب اللہ ولد مولوی رحیم بخش ہے متصدی حلوائی میری دکان میں دکاندار ہے۔ ایک مسئلہ کی بابت عرض ہے کہ بواپسی ڈاک مطلع فرما دیں۔ جو انجمن معین المسلمین لاہور میں مقرر ہے وہ شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اس میں داخل ہونا یا مل کر تنبول وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں۔ بہت جلد جواب سے ممتاز فرماویں۔ چنانچہ بعد الے روپے پانصد برادران سے لیوے۔

راقم حبیب اللہ خاں چٹھی رسان مگھیانہ ضلع جھنگ سیال۔ ۲۴ مارچ ۱۸۹۸ء

پانچواں استفتاء۔ اسی انجمن معین المسلمین کے متعلق ہی جو دہلی میں حضرت شیخ الکل کے حضور میں پہنچا اور وہاں سے خاکسار کے پاس جواب لکھنے کے لئے حکم لے کر آیا۔

۷۸۶ از دفتر انجمن معین المسلمین لاہور ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۸ء

سراج امت احمدی قدوہ طریقت محمدی حضرت مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب دام اللہ فیوضکم پس از سلام سنت الاسلام کہ طریقۂ اہل اسلام ہست معروض خدمت فیض درجت آنکہ اگرچہ مجکو جناب سے ظاہرا نیاز حاصل نہیں۔ مگر آں ذات ملکی صفات کے فیض عام کے شہرہ نے جو ضیائے آفتاب کی طرح تمام عالم میں روشن ہے اس خاکسار کو بھی اس قدر جرأت دلائی کہ جناب کو ایک مسئلہ شرعی کے لئے تکلیف دوں۔ امید کہ از راہ خلق محمدی و ہمدردی اسلام گوارا فرماکر احکام مناسبہ سرفراز فرماوینگے۔ وھو ھذا۔

کچھ عرصہ سے لاہور میں چند مسلمانوں نے ملکر ایک ایسی انجمن قائم کی ہے جو شادی کے موقعہ پر اپنے ممبر کو ایک معقول رقم سے امداد دیتی ہے۔ اس وقت اس انجمن میں قریبا ۱۰۰ ممبر ہیں یعنے ۱۰۰ اشخص شامل ہیں۔ انمیں سے جب کسی ممبر کے شادی ہوتی ہے تو باقی تنبول جمع کر کے بطور امداد اسکو دیتے ہیں۔ تنبول یعنے نوتہ دینے والوں میں تین قسم کے ممبر ہیں۔ ایک وہ جو ایک روپیہ دینے والے ہیں۔ دوم وہ جو ۸ ر دیتے ہیں۔ سوم وہ جو کم مایہ غریب لوگ ہیں ۴ ر دیتے ہیں۔ اسطرح پر عہ ر ۸ ر ۴ ر کے ۳ مختلف چندوں سے تنبول جمع کر کے اُن ممبروں کو جنکے ہاں شادی ہونیوالی ہے۔ روپیہ حسب حصص دیا جاتا ہے۔ یعنے اگر کبھی بجائے ایک ممبر کے دو یا اس سے زیادہ ممبروں کے ہاں شادی درپیش ہو تو کل جمع شدہ تنبول میں سے اس نہج پر تقسیم کیا جاتا ہے کہ ۸ ر دینے والے ممبر کو ۸ ر آنہ کا درجہ اور ۴ ر والے کو ۴ ر کا درجہ۔ اور ایک روپیہ والے کو ایک روپیہ کے حساب سے لحاظ رکھ کر روپیہ تقسیم کیا جاتا ہے۔ میں اس سوال کو شرعی طور پر یوں پیش کرتا ہوں۔

زید۔ عمر۔ بکر۔ خالد۔ وغیرہ چند صد یا چند ہزار آدمیوں نے ملکر یہ معاہدہ کیا کہ ہم میں سے

جس شخص کے ہاں شادی ہوویگی ہم سب اُسکو ایک خاص رقم شادی کے موقعہ پر بطور تنبول دیا کرینگے -

کیا یہ صورت اسلام کی رو سے جائز ہے - انمیں سے ایک شخص جس نے ابھی ۴ یا ۵ تنبول پر روپیہ دیا ہے - اور کل رقم جو اسکی طرف سے وصول ہوئی ہے - مقدار میں صرف ۴ یا ۵ روپیہ ہیں - اور جب اُسکے ہاں شادی ہوئی تو اسوقت ممبروں کی تعداد ۱۰۰۰ ہے تو کیا وہ شخص شرعاً ایک ہزار روپیہ پانے کا مستحق ہے حالانکہ خود اُسنے ابھی چار یا پانچ روپیہ تنبول دیا ہے - کیا اسکا یہ چندہ تنبول بطور احسان کے ہے - اور کیا احسان جسکے عوض احسان کی امید یقینی ہو جائز ہے - یا کیا اُنکا چندہ بطور قرض کے ہے - اور کیا ایسا قرض جسکے عوض اُسے چند صد یا چند ہزار لینے کی امید ہو جائز ہے - *

قواعد انجمن ہذا جسکی نسبت یہ سوال ہیں لف ہذا ہے - الّمرسلہ منشی محمد فیروز الدین جنرل سکرٹری انجمن ہذا (دستخط انگریزی محمد فیروز الدین جنرل سکرٹری -) جواب کے لئے دو ٹکٹ ارکے ارسال ہیں - *

اسی مضمون کا ایک استفتار انجمن محمدی برادران لاہور کی طرف سے قاضی ظفر الدین صاحب مدرس عربی یونیورسٹی کالج لاہور کے ذریعہ سے مولوی محمد حسن صاحب ساکن بھین ضلع جہلم سابق مدرس راولپنڈی اسلامیہ سکول کے پاس پہنچا - اور وہ معہ اس جواب کے جو مولوی محمد حسن صاحب نے دیا ہے - اس انجمن کے قواعد مشتہرہ کے ساتھ شامل ہو کر چھپا اُسکا پرچہ انجمن کیطرف سے ہمارے پاس پہنچا ہے - جس کے ارسال سے انجمن کا یہ مقصود مفہوم ہوتا ہے کہ اگر اس استفتار کا وہ جواب صحیح ہے تو مؤلف اشاعۃ السنہ اس جواب کی تصدیق کرے اور مقاصد انجمن کی تائید - اور اگر وہ جواب صحیح نہیں تو وہ خود جواب صحیح لکھے - اس مقصود کی نظر سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم انجمن کے استفتار اور اُس کے جواب کو جو مولوی محمد حسن صاحب نے دیا ہے اس مقام میں بلفظہ نقل کریں -

نقل فتویٰ مولوی محمد حسن صاحب ساکن بھیں بجواب استفتا انجمن محمدی برادران لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

زید وعمرو بکر وخالد چند صد یا چند ہزار آدمیوں نے یہ معاہدہ کیا کہ ہم میں سے جو شخص فوت ہوگا ہم اسکے ورثائے متعینہ کو ایک خاص رقم بعد اسکی وفات کے عطا کرینگے۔ کیا یہ صورت اسلام کی رو سے جائز ہے۔ ان میں سے ایک شخص جس نے ابھی چار پانچ اموات کا چندہ دیا ہے۔ اور کل رقم جو اسکی طرف سے وصول ہوئی ہے۔ اسکی تعداد صرف پانچ سات روپیہ ہے اور جب وہ خود مرا ہے اسوقت ممبروں کی تعداد ایک ہزار ہے۔ کیا وہ شخص شرعاً ایک ہزار روپیہ کا مستحق ہے۔ حالانکہ اُس نے خود صرف چھ سات روپیہ دیئے ہیں۔ کیا اسکا چندہ دینا بطور احسان کے ہے۔ اور کیا ایسا احسان جس کے عوض احسان کی امید یقینی ہو جائز ہے یا کیا اسکا چندہ دینا بطور قرض کے ہے اور کیا ایسا قرض جس کے عوض اُسے صد یا چند ہزار چندہ لینے کی امید ہے شرعاً جائز ہے۔

قواعد انجمن محمدی برادران جس کی نسبت یہ سوال ہیں ملف ہے۔

الجواب

الحمد للہ جل مجدہ واصلی علی محمد کثر حمدہ وآلہ واہدائہ۔ مندرجہ

سلہ یہ سوال اور اسکا جواب دو نوں صورت واقعہ کی مخالف ہیں۔ نہ سوال مطابق واقعہ ہے نہ اسکا جواب۔ ہم اس سوال اور جواب کی غلطیوں کو جنسے یہ دونوں خلاف واقعہ ہوگئے ہیں اس مقام پر چند مجمل نوٹوں کے ضمن میں بیان کرتے ہیں۔ بعد اختتام فتوے ہم اس اجمال کی تفصیل کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔

(پہلا نوٹ) اس سوال میں یہ فروگذاشت ہوئی ہے کہ اسمیں شرط عطاء اور اسکے معاوضہ کو جس سے یہ عطاء محض تبرع واحسان ہونے سے خارج ہوکر ہبہ بالعوض ہو جاتا ہے۔ اور اس انجمن کے قواعد میں اسکا کھلم کھلا ذکر و ثبوت پایا جاتا ہے) ذکر نہیں کیا۔ اس اجمال کی تفصیل اس جواب کے شروع میں ہوگی جو ہماری طرف سے لکھا جائیگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

صدر استفتا اس خاکسار عفی اللہ عنہ کو اس کے مخدوم مکرم حضرت قاضی ظفر الدین احمد صاحب دامت افاضاتہ نے ارسال فرما کر اس کے جواب لکھنے کا ارشاد فرمایا حسب فقرہ الامر فوق الادب گذارش کرتا ہوں کہ چندہ مذکور ہدیہ اور احسان ہے میرے ناقص خیال میں اس پر کوئی بحث[۱] نہیں ہو سکتی کہ یہ چندہ کیوں ہدیہ ہے۔ کیونکہ عرف عام میں ہدیہ کا معنے جو مشہور ہے وہ اس پر ناطق ہے۔ البتہ یہ امر قابل بحث ہے کہ ایسا ہدیہ جس کے دینے سے ہدیہ دینے والے کو زیادہ لینے کی امید ہو تو کیونکر جائز ہے اس کے تصفیہ کرنیکے واسطے کتاب اللہ سے اس وقت دو آیتیں میرے حافظہ[۲] میں ہیں (سورہ روم پارہ نمبر[۳] (۱) وما آتیتم من ربو لیربو فی اموال الناس فلا یربو عند اللہ یہ آیت شریفہ سرسری نگاہ میں محرمین کی دلیل ہو سکتی ہے۔ الا مفسرین علیہم الرحمۃ جہاں تک کہ مجھے معلوم ہے بالاتفاق[۴] اسکی تفسیر میں یہی لکھتے ہیں کہ وہ ہدیہ جسکے عوض میں زیادت کی امید ہو حلال ہے میرے پاس اس وقت کشاف۔ معالم۔ مدارک۔ جامع البیان۔ اکلیل۔ موجود ہے۔ کوئی ضرورت نہیں ہے کہ میں ہر ایک تفسیر کا جدا جدا لفظ لکھوں صرف معالم التنزیل کا لفظ لکھ دیتا ہوں۔ اور بقیہ نظائر کا مضمون بالکل اسمیں آجاویگا واختلفوا فی معنے الآیۃ فقال سعید بن جبیر ومجاھد وطاؤس وقتادہ والضحاک واکثر المفسرین ھو الرجل یعطی غیرہ العطیۃ لیثیب

دوسرا نوٹ [۱] آپکے اس دعوے سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب فقہ میں آپکی نظر نہیں۔ اور اگر ہے تو آپکی قوت حافظہ میں قصور ہے۔ اس چندہ کو ہدیہ کہنا کتب فقہ کے برخلاف ہے اے صاحب! یہ تو بیع ہے جسکو ہبہ بالعوض بھی کہتے ہیں یا قرض مشروط بشرط ناجائز یا لاٹری۔ و قمار۔ اسکے ہدیہ ہونے کو آپ محل بحث نہیں سمجھتے یہی تو محل بحث ہے۔

تیسرا نوٹ۔ [۲] آپکا حافظہ آپکو دھوکا دیتا ہے اور نکما ہو گیا ہے۔ آیات محرمہ ربوا۔ اور احادیث اور اقوال فقہا بکثرت اس معاملہ کا فیصلہ کرتے ہیں۔ نہ صرف یہی دو آیتیں جو آپ کو یاد آئی ہیں۔

[۳] ایسا ہی اصل میں ہے ولیکن مطلبش در بطن قائل۔

چوتھا نوٹ۔ [۴] اتفاق مفسرین کا دعوے کرنا غلط ہے تفسیر کبیر۔ اور بیضاوی میں اسکا خلاف بھی موجود ہے۔ بلکہ ہر ایک تفسیر سے جن سے آپ متمسک ہوئے ہیں خلاف مفہوم ہوتا ہے۔

اکثر منها فهذا جائز حلال ولکن لا ثواب علیه فی القیمة وهو معنے قوله عزو جل فلا یربوا عند الله (معالم صـ۱۳۳ جلد ۲) فلا یربو عند الله - اگرچہ سرسری نگاہ میں اس سے وہم حرمت پیدا ہوتا ہو - مگر تحقیقی نگاہ سے دیکھا جاوے تو اسکا مطلب اسکے بغیر کچھ ہی نہیں ہو سکتا - کہ عند اللہ سے ثواب اخروی مراد ہے - فتح البیان صـ۵۳۸ - آیت مذکور کی تفسیر میں لکھتا ہے - قال السدی الربو فی هذا الموضع الهدیة یهدیها الرجل لاخیه یطلب المکافاة فان ذلک لا یربوا عند الله ای لا یوجر علیه صاحبه ولا اثم علیه وهکذا قال قتادة والضحاک قال الواحدی وهذا قول جماعة من المفسرین قال الزجاج یعنے دفع الرجل الشئے لیعوض اکثر منه وذلک لیس بحرام - ولکنه لا ثواب فیه - اسی تفسیر کے صـ۵۳۹ پر ہے - قال عکرمة الربو ربا ءان فربو حلال وربو حرام فاما الربو الحلال فهو الذی یهدی یلتمس ما هو افضل منه یعنے کما فی هذه الایة (۳) سورہ مدثر پارہ نمبر (۲۹) آیت ولا تمنن تستکثر اس آیت کے معانی سے ایک معنی یہ بھی ہے کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو ایسا احسان نہ کر جسمیں تجھے زیادتی کی نیت ہو - اور یہ معنے بھی محرمین کا استدلال ہو سکتا تھا - اگر اسکی نسبت حضرات مفسرین کا یہ قول نہ ہوتا کہ یہ آپ کا خاصہ ہے - فتح البیان صـ۷۰۳ پر لکھتا ہے قال الضحاک هذا حرمه الله علی رسوله لانه مامور باشرف الادب واجل الاخلاق - واباحه لامته - کشاف اور معالم التنزیل اور جامع البیان اور مدارک - جو اسوقت میرے سامنے ہیں ان میں بھی یہی مضمون ہے - احادیث میں اگر نظر کیجاوے تو بہت

پانچواں نوٹ ‡ اسقدر غلط اور محض غلط اور معنے بھی ہو سکتے ہیں - اور مفسرین نے بیان کئے ہیں - بلکہ غور کرو تو ان ہی تفسیروں سے جنسے آپ استدلال کرتے ہیں وہ معنے مفہوم ہوتے ہیں -

چھٹا نوٹ ‡ تفسیر کبیر و بیضاوی کیوں سامنے نہیں رکھتے - کیا وہ ملتی نہیں یا اُنمیں اپنے برخلاف مضمون نظر آتا ہے -

سے شواہد اس قسم کے پائے جاتے ہیں کہ احسان جس کے عوض میں محسن کو محسن الیہ سے اپنے احسان سے چند گونہ امید ہو جائز ہے ۔ علامہ جار اللہ زمخشری اپنی تفسیر میں مندرجہ بالا دونوں آیتوں کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کرتا ہے اور ہدیہ مذکور کے جواز پر اسکو شاہد پیش کرتا ہے ۔ المستغزر مثاب بھبتہ مستغزر عرب کی عرف میں اس شخص کو کہتے ہیں جو دوسرے کے پاس ہدیہ لیجاوے ۔ اور اُس سے صد گونہ کی امید رکھتا ہو ۔ ترمذی ۔ ابو داؤد ۔ نسائی ۔ ابوہریرہ سے روائیت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک جوان اونٹ ہدیہ کیا ۔ آپ نے اسکے عوض میں چھ جوان اونٹ مرحمت فرمائے ۔ اعرابی نے اس مرحمت کو قلیل سمجھا ۔ اور غصہ ہوا حضرت نے عہد کیا کہ آج کے بعد میں قریشی ۔ انصاری ثقفی ۔ دوسی ۔ کے بغیر کسی کا ہدیہ قبول نہیں کرونگا ۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن ابی ھریرۃ ان اعرابیا اھدی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکرۃ فعوضہ منہا ست بکرات فسخط فبلغ ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ان فلانا اھدی الی ناقۃ فعوضتہ منہا ست بکرات فظل ساخطا ولقد ھممت ان لا اقبل ھدیۃ الا من قریشی او انصاری او ثقفی او دوسی ایک دوسری حدیث کا یہ مضمون ہے جس کو کوئی شخص عطا کرے اگر معطی الیہ کو کچھ ملجاوے تو وہ بھی معطی کو کچھ عوض دیوے ورنہ کفران نعمت

ساتواں نوٹ ایک حدیث ہدیہ شتر یا ہدیہ مستغزر آپکو نظر آئی باقی احادیث پر جو ہبہ بالعوض نقود میں فضل اور نسیہ دونو کو حرام کرنے میں نگاہ نہ پڑی ؎ حفظت شیئاً وغابت عنک اشیاء

آٹھواں نوٹ اولاً اسحدیث کی صحت محل بحث ہے ثانیاً اسحدیث کے مطلب کو مسئلہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں آپ اسحدیث کا محل اور مطلب نہیں سمجھے ہدیہ بالعوض نقود کا اسمیں داخل نہیں کتب فقہ دیکھیئے اور کتب حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے جنمیں ہبہ بالعوض نقود میں نسیہ اور فضل کو حرام کہا ہے ۔

نواں نوٹ اسحدیث کو بھی آپ نہیں سمجھے ۔ چندیں مدت فتوے نویسی کرائی ہنوز ردہ شتر نشناختی ۔

دسواں نوٹ اسحدیث کو مسئلہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں ۔ اسحدیث میں ہدیہ لینے والے کو ہدائیت مکافات ہے ۔ ہدیہ دینے والے کو اجازت طلب عوض نہیں ہے ۔ افسوس یہ فہم اور حرص فتویٰ نویسی ۔ طرفہ یہ کہ اپنی غلط فہمی سے سلف پر اسکے خلاف عوض لینے کی نیت کا بہتان لگانا ۔

ہو گا یہ حدیث بھی ترمذی اور ابو داؤد میں ہے ۔ اور اسکے الفاظ یہ ہیں ۔ من اعطی عطاء فلیجزبہ ومن لم یجد فلیثن من اثنی فقد شکر ومن کتم فقد کفر الخ یہ حدیث تہادوا تحابوا یہ یک دیگر ہدیہ کرنا سکھاتی ہے ۔ آثار اور احادیث کے واقف پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ احسان عوض کی نیت پر سلف کرام کا معمول تھا ۔ خود حضور علیہ السلام اعرابی کو اسکے احسان سے زیادہ احسان کرتے ہیں ۔ اگر اسکا فعل حرام ہوتا تو آپ اسکی عملی تصدیق نہ کرتے ۔ اور اعرابی کی نیت تو اسکی خفگی سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ زیادت ور زیادت کا طالب تھا ۔ مجھے اس معاہدہ کے حرام کہنے کی کوئی وجہ نظر نہیں† آتی ہے ۔ معاہدہ کو فی نفسہ اگر دیکھا جاوے تو اس پر کوئی حکم نہیں قائم ہوتا ۔ اور جس کی نسبت معاہدہ ہے وہ چیز حلال ہے تو وہ معاہدہ بھی حلال ہے ۔ اور اگر وہ چیز حرام ہے تو حرام کا معاہدہ بھی حرام واجب النقض ہوتا ہے ۔ البتہ معاہدہ میں یہ وصف ہے کہ وہ ایک مباح یا مستحب چیز کو واجب بنا دیتا ہے ۔ اور اسمیں کسی کو بحث نہیں ہے سلنخ فیہ میں جس چیز پر معاہدہ ہے وہ چیز کیا ہے مغموم مصیبت زدہ کی دستگیری کون کہتا ہے کہ یہ حرام ہے ۔ اسلام نے تو ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ ۔ تعاونوا تناصروا ۔ ہمدردی‡ کو حرام کہدینا خدا جانے کس قاعدہ پر مبنی ہے ۔ اگر وہم‡ ہو سکتا ہے تو صرف یہی کہ ہمدردی کرنیوالے

گیارہواں نوٹ † ۔ نظر کیونکر آوے نہ آپ خود فقیہ ہیں ۔ اور نہ فقہاء کی تقلید اختیار کرکے انکی کتب کیطرف مراجعت کرتے ہیں ۔ آپ غیر مقلد ۔ اور بن بیٹھے ہیں مجتہد اقوال صریحہ فقہاء کو چھوڑ کر بے سمجھے بن سوچے احادیث سے جا لپٹے پھر نظر کیا آوے ۔ ایسے لوگونکو اجتہاد سے منع کرنے میں ۔ فقہاء و اصولیین مصیب ہیں ۔ ہمارا بھی فتویٰ ہے کہ ایسے لوگوں کو تقلید فقہاء لازم ہے ۔ اور اجتہاد منع ۔

بارہواں نوٹ ‡ ہمدردی کہاں ہے یہ تو خود غرضی و بدنیتی ہے جسکو آپ بھی خوب سمجھے ہوئے ہیں (چنانچہ نوٹ آئندہ میں بتایا جائیگا) مگر بے سمجھی سے اسکی تصحیح کے درپے ہیں جو ہو بھی نہیں سکتی ۔

تیرھواں نوٹ ۔ ‡ یہی الٹا وہم تمہارا اور شالچ رکی ڈاڑھی میں تنکا یاد دلا رہا ہے کہ آپکے خیال میں بھی یہاں ہمدردی نہیں خود غرضی ہے پھر جو اس وہم کا ازالہ آپنے کیا ہے وہ کافی نہیں ہوا ۔

کو دوسرے موقع پر اپنی یا اپنے وارث کی ہمدردی مقصود ہے۔ اور یہ معونت لوجہ اللہ نہیں ہے
مگر اس بحث کو میں کافی طور پر لکھ چکا ہوں۔ کہ ہدیہ یا احسان فرید مال کی نیت پر بھی جائز ہے تو
پھر اس معاہدہ بھی جائز ہے۔ ابن ماجہ کی یہ ✝حدیث کہ اصنعوا لال جعفر طعاماً۔ کوئی آل
جعفر سے اور ان مخاطبین سے مخصوص نہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ میت کے وارثوں کی
دستگیری اچھا کام ہے۔ اب ہم یہ کہتے ہیں کہ زید مر گیا ہے اور اس کے وارثوں کے لئے عمر نے
اس حدیث کے موافق ایک روپیہ بھیج دیا۔ کیونکہ طعام پکانے سے انکی معونت مراد ہے۔ یا
معونت ثابت ہے۔ اب عمرو کے مرنے پر اگر زید کے وارثوں نے بھی
عمرو کے وارثوں کی دستگیری کی تو کیا اُنکے حق میں یہ ✝حدیث منسوخ ہو گئی ہے۔ انہوں نے
بھی تو اس حدیث پر ✝عمل کیا۔ اب قباحت کیا ہے۔ اگر غور سے سوچا جاوے تو یہ انجمن ایک ہی
قسم کے چند در چند معاہدات کا نام ہے۔ صرف دو شخصوں کا یہ معاہدہ کہ ہم میں سے جو پہلے مرے
اسکے وارثوں کو ہم میں سے جو زندہ ہو گا۔ بنا بر اس معاہدہ کے فلان چیز سے امداد دیگا۔ ہزار یا
دس ہزار آدمیوں کے فیمابین جب یہی معاہدہ قایم ہو گیا تو اس مجموعی ہیئت کا نام انجمن ہے۔ صرف
زید عمرو کے درمیان اس معاہدہ کا قایم ہونا اگر جائز ثابت ہو گیا تو ہزاروں کروڑں کے درمیان
بھی جائز رہیگا۔ کیونکہ اس جگہ یعنے ہزاروں کے درمیان کوئی محرم پیدا نہیں ہوا۔ اور یہ بھی یاد رہے
کہ جس شخص نے ایک روپیہ زید کے وارثون کو ہدیہ کیا تو اُسکو زید کے وارثوں سے تو کوئی کثرت کی
امید نہیں ہے۔ اگر اسکو کثرت کی امید ہے تو کثیر التعداد معاہدوں سے ہے۔ تو ایک معاہدہ میں
نفع او نقصان کی امید مساوی ہے۔ کثرت نفع کثرت معاہدوں کا نتیجہ ہے۔ اور کثرت معاہدون
کی احادوں کی حلت کی علت سے حلال ہے۔ کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین مطبوعہ مصر

چودھواں نوٹ ✝ اس حدیث کو بھی مسئلہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں طعام ال جعفر کے عوض کچھ دیا جانا مشروط ہوتا تو
آپکا تمسک اینجا بے صحیح ہوتا ۔ سخن شناس نۂ دلبر اخطا اینجا است (برعقیدت)

پندرھواں نوٹ ✝ حدیث منسوخ نہیں ہے۔ آپکی سمجھ منسوخ ہونے کے لایق ہے

سولہواں نوٹ ✝ اس مقام میں جو کچھ آپنے کہا ہے ہمیں غور سے مطلقاً کام نہیں لیا۔ اسکی تفصیل اس فتوی کے جواب میں ہو گی

ص۱۳۷ میں ہے کہ وزیر جمال الدین محمد بن علی بن ابی منصور اصفہانی اور اسد الدین شیرکوہ جرنیل سلطان نور الدین کے فیمابین یہ معاہدہ# تھا کہ ہم میں سے جو پہلے مرے اسکو جو ہم میں سے زندہ ہوگا اپنی گرہ سے مال خرچ کرکے حرمین شریفین میں پہنچا کر دفن کریگا۔ اور اس معاہدہ کے مابعد جمال الدین مر گیا۔ پھر شیخ ابو القاسم کی معرفت اس معاہدہ کا ایفا ہوا۔ شیرکوہ سے اتنا مال لیا گیا کہ جمال الدین کی نعش حرمین شریفین کو پہنچائی گئی۔ اور اُس مال سے قرآن شریف کے پڑھنے والے صوفی مقرر کئے گئے۔ یہ معاہدہ ایک فاضل کی معرفت تکمیل کو پہنچا۔ اور قریباً اس معاہدہ کے ہم شکل ++ ہے۔ کیونکہ اس میں بھی وارثوں کو دستگیری تھی۔ سہولت اور کثرت امداد صرف ہیئت اجتماعی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ معاہدہ بجنسہا صرف ایک ہی ہے جو بہت سے اشخاص کے فیمابین قرار پاکر انجمن کے نام سے موسوم ہوا ہے۔ میری رائے میں یہ معاہدہ جائز معاہدہ ہے۔ اور تمام مشروع ہے۔ اسکی ماہیت صرف یہی ہے کہ ممبروں کی جتنی تعداد ہوگی اسیقدر ہدیہ جات کے باہم معاہدات ہونگے۔ اور کسی معاہدہ میں بھی کسی معاہدہ کرنے والے کو اپنے دوسرے حلیف سے اپنے ہدیہ سے زیادتی کی امید نہیں ہے۔ اور اگر ہوتی تاہم جائز تھی۔ البتہ یہ کثرت کی امید بہت سی حلیفوں سے پیدا ہوئی ہے۔ اور جب ایک سے بھی یہ امید جائز تھی تو بہتوں سے بطور اولےٰ جائز ہے۔ کیونکہ دونوں طرفوں سے برابری موجود ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ احکم۔+

ابو الفیض محمد حسن فیضی متوطن بھین علاقہ چکوال ضلع جہلم۔+

ستر ہواں نوٹ# وزیر اور جرنیل میں جو معاہدہ ہوا تھا۔ اسمیں کوئی معاوضہ نہ تھا۔ افسوس آپ ایسی ٹی بات کو نہ سمجھے۔ فقہ و حدیث کی دقیق بات کیا سمجھیں گے۔ پھر مفتی بننے کی حرص؟ لاحول ولا قوۃ

اٹھارہواں نوٹ++ غلط و مغالطہ دہی ہے۔ اُسمیں کوئی مناسبت نہیں۔ وہاں محض احسان بلا بدل ہے۔ یہاں معاملہ بالعوض اور بدل کی شرط سے ہے اور جب یہاں احاد کا یہ معاہدہ بالعوض ناجائز ہے تو مجموعہ معاملات واگر انکو فرض کیا جاوے، کب جائز ہوگا۔

سابق الذکر تین انجمنوں کے علاوہ اسی قسم کی ایک انجمن خیر اندیش اہل اسلام ہندوستان لاہور ہے جس کا رسالہ شادی فنڈ ہمارے پاس لاہور سے پہنچا ہے۔ ہر چند اسکے متعلق استفتاء نہیں آیا۔ مگر چونکہ اسکا اور باقی تین انجمنوں کا اصل اصول ایک ہے مقصود ایک ہے۔ مذہب ایک بعض ممبر ڈائرکٹر مشترک۔ لہٰذا وہ انجمن اور اسکا رسالہ بزبان حال استفتا کر رہا ہے۔ اس قسم کے استفتا اور بہت ہیں۔ مگر سب کا بالاستیعاب نقل کرنا مزید تطویل کا موجب ہے۔ یہ جسقدر تفصیل یا تطویل عمل میں آئی ہے۔ یہ بھی صرف اس امر کے جتانے کی غرض سے ہوئی ہے کہ انجمنوں کے متعلق شرعی فتوے شایع کرنے سے اشاعۃ السنہ کا مقصود خودنمائی یا کسی شخص سے معرکہ آرائی یا کسی شخص یا جماعت کو نقصان رسانی یا کسی شخص یا جماعت کی عیب بیانی ہرگز نہیں۔ بلکہ اس سے مقصود صرف ان انجمنوں کو اور دیگر مسلمانان طالبان حق کو صرف حکم شرعی بتانا اور اخوان دین مسلمین کو ایک گناہ سے بچانا جسپر تازہ باعث وہ استفتا ہوئے ہیں۔ ان استفتاؤں کا جواب تحریر کرنے سے پہلے چند مسائل شرعیہ فقہیہ کا بطور تمہید بیان کرنا ضروری ہے۔ تاکہ جواب میں صرف ان مسائل کا حوالہ دینا کافی ہو۔ اور زیادہ بحث و تفصیل دلایل کی ضرورت نہ پڑے۔

(پہلا مسئلہ)

حنفی مذہب اور دیگر مذاہب میں قرض کا نفع اٹھانا مثلاً سو روپیہ قرض دیکر ایک سو روپیہ پر ایک پیسہ لینا یا خراب چیز قرض دیکر اچھی چیز لینے کی شرط کر لینا حرام ہے۔ اور یہ سود میں داخل ہے۔

درمختار میں ہے کہ اگر کوئی اس شرط کہ ناقص دراہم قرض لے کہ اسکے بدلے اچھی چیز ادا کریگا تو یہ شرط باطل ہوگی۔ اگر کسی اناج قرض دے اس شرط سے کہ وہ اسکو دوسری جگہ لیجا کر ادا کرے تو یہ شرط بھی باطل ہے اور مدیون پر ویسی ہی چیز کا ادا کرنا واجب ہے جیسے اُسنے لی تھی۔ ہاں بلا شرط بری

القرض لا یتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منها لا یبطل ولکنه یلغو شرط رد شیٔ اخر فلو استقرض الدراهم مکسورة علی ان یودی صحیحا کان باطلا وکذا لو اقرضه طعاما بشرط رده

في مكان آخر وكان عليه مثل ما قبض فان قضاه اجود بلا شرط جاز ويجبر الدائن على قبول الاجود وقيل لا (بحر) وفي الخلاصة القرض بالشرط حرام والشرط لغو بان يقرض على ان يكتب به الى بلد كذا ليوفي دينه وفي الاشباه كل قرض جر نفعا حرام بكره للمرتهن السكنى في المرهونة باذن الراهن (درمختار ص ۴۵۳)

چیز کے بدلے اچھی دیدے تو جائز ہے۔ قرضخواہ اس لینے سے انکار کرے تو وہ مجبور کیا جائیگا۔ خلاصہ میں ہے کہ شرط کے ساتھ قرض حرام ہے اور وہ شرط لغو ہوگی جیسے کوئی کسی کو قرض دے اس شرط سے کہ وہ دوسرے شہر اسکے ادا کرنے کے لئے چٹھی (یا ہنڈی) لکھدے تاکہ وہ اس ذریعہ سے اپنا قرض اس شہر میں ادا کرے (جس سے وہ اس شہر میں خود جانے سے یا منی آرڈر یا ہنڈوی کی فیس ادا کرنے سے بچ جائے)

اشباہ والنظائر میں لکھا ہے کہ جو قرض نفع دے وہ حرام ہے (یہانتک کہ) مرہون مکان میں مرتہن کو سکونت کرنا گو باذن مالک ہو جائز نہیں ہے۔ اور ھدایہ میں ہے کہ ہنڈوی کرانا جسکی

ويكره السفاتج وهي القرض استفاد به المقرض سقوط خطر الطريق وهذا نوع نفع استفيد به وقد نهى الرسول عليه السلام على كل قرض جر نفعا (ہدایہ ص ۱۱۴ جلد ۳)

یہ صورت ہے کہ کوئی شخص کسی مہاجن کو کچھ روپیہ بطور قرض دے اور اسکا ادا کرنا دوسرے شہر میں ٹھہرالے تاکہ راستہ کے نقصان کا خطرہ جاتا رہے۔ تو یہ جائز نہیں۔ کیونکہ یہ ایک قسم کا قرض سے نفع اٹھانا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے قرض سے جو نفع لائے منع کیا ہے۔

مرہون سے مرتہن کے نفع اٹھانے میں جو اور ائمہ شافعی وغیرہ کا اختلاف ہے۔ یا جو ہنڈوی ومنی آرڈر کے متعلق بحث وکلام ہے۔ اسکی تفصیل اشاعۃ السنہ نمبر ۸ و ۹ جلد ۱۲ میں ہو چکی ہے۔ اس مقام میں صرف یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ حنفی مذہب میں سود کا نفع خواہ کسی قسم کا ہو حرام ہے۔ اور داخل سود۔ جو عبارات مذکورہ سے حاصل ہوا۔

(دوسرا مسئلہ)

روپیہ کا مبادلہ روپیہ (یا غیر مضروب چاندی یا سونے) سے بیع صرف کہلاتی ہے جسمیں دونو عوض کا دم نقد اور دست بدست دینا شرط ہوتا ہے اور اگر ایکطرف اودہار ہو مثلاً آج روپیہ دیں اور اُسکے بدلے دوسرا روپیہ یا چاندی یا سونا ایک ساعت کے بعد (چہ جائے سال دو سال کو) لیں تو شرعاً ربو کہلاتا ہے۔ اور اسکو ربا النسیہ (یعنی اودہار کی وجہ سے سود) کہتے ہیں۔ اس سود کے حرام ہونے میں کسی مذہب کا اختلاف نہیں ہے۔ اس باب میں جو احادیث صحیحہ نبویہ وارد ہیں۔ اسکی تفصیل اور اودہار کے سود ہونے کی عقلی دلیل اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ کے نمبر ۷ میں صفحہ ۲۰۳ و ۲۰۵۔ بیان ہو چکی ہے۔ اس مقام پر صرف ان حنفی بھائیوں کے جو اسوقت ہمارے مخاطب ہیں اطمینان کے لئے کتب حنفی فقہ کی عبارات نقل کیجاتی ہے۔

برہان شرح مواہب الرحمن میں ہے کہ صرف اس بیع کا نام ہے جسمیں داموں کا داموں سے مبادلہ ہو ایک چیز کا اپنی جنس سے (جیسے چاندی کا چاندی یا سونے کا سونے سے) یا غیر جنس سے جیسے سونے کا چاندی سے یا چاندی کا سونے سے) اس میں دونوں عوض کا مبادلہ کرنے والوں کے جدا ہونے سے پہلے قبضہ میں آجانا شرط ہے اُسپر سبھی کا اتفاق ہے۔ اور اس کتاب کے باب الربوٰ میں لکھا ہے کہ جس مبادلہ کے عوضین مین دونو صفتین قدر و جنس کا ایک ہونا پایا جاتا ہے جیسے چاندی کی بیع چاندی سے وہاں بڑہوتری اور اودہار دونو حرام ہیں۔ اور

الصرف بیع الثمن ای الذہب والفضۃ بالثمن جنسا بجنس کذہب بذہب او فضۃ بفضۃ او جنسا بغیر جنس کذہب بفضۃ او فضۃ بذہب ویشترط فی الصرف سواء کان بالجنس او بغیرہ التقابض قبل الافتراق باجماع العلماء (برہان باب الصرف) وقال قبلہ فی باب الربو۔ فان وجد الوصفان اے القدر والجنس حرم الفضل والنساء و ان عدما حلا وان وجد احدہما اے احد الوصفین بان وجد القدر دون

الجنس كالحنطة بالشعير او الجنس دون القدر كثوب بجنسه حرم النساء فقط اى دون الفضل فحرمة ابو الفضل بالوصفين وحرمة ابو النسيه باحدهما (برہان)

جہاں دو نو صفتین معدوم ہوں - (جیسے روپیہ کی بیع غلہ سے) وہان بڑہوتری اور ادہار دو نو حلال ہیں - اور جہاں صرف ایک صفت موجود ہو جیسے گندم کی بیع جو سے یا سونے کی بیع چاندی سے وہاں ادہار حرام ہے - بڑہوتری حرام نہیں ہے - ایسا ہی ہدایہ اور در مختار وغیرہ کتب فقہ میں ہے

(تیسرا مسئلہ)

جو ہبہ یا ہدیہ یا صدقہ بالعوض ہو یعنے اس ہبہ یا ہدیہ یا صدقہ سے بدلہ لینا شرط ٹہرایا گیا ہو - یا اسی بدلہ کے مقابلہ میں اور اسکا نام لیکر ہبہ کیا گیا ہو - یا ہدیہ یا صدقہ دیا گیا ہو وہ ہبہ اور ہدیہ اور صدقہ نہیں رہتا - بلکہ وہ بیع ہو جاتا ہے - اسپر بیع کے احکام جاری ہوتے ہیں -

برہان شرح مواہب الرحمن میں ہے کہ ہبہ کسی چیز کا کسی کو بلا عوض مالک

الهبة هى تمليك العين بلا عوض فخرج البيع لانه تمليك عين بعوض (برہان)

بنا دینے کا نام ہے - بلا عوض کہنے سے بیع ہبہ سے جدا ہو گئی - کیونکہ وہ بھی کسی چیز کا مالک بنا دینا ہے - مگر بالعوض -

در مختار میں ہے ہبہ مفت کسی چیز کا دوسرے کو مالک بنا دینا ہے - کیونکہ ہبہ میں عوض کا

هو تمليك العين مجانا اى بلا عوض لان عدم العوض شرط فيه (درمختار صـ ۶)

والصدقة كالهبة لجامع التبرع وح لا تصح غير مقبوضة ولا فى مشاع تقسم ولا رجوع فيها ولو على غنى لان المقصود فيها الثواب لا العوض (درمختار صـ ۶۰)

نہ ہونا شرط کیا گیا ہے - اور در مختار میں کہا ہے کہ صدقہ بھی ہبہ کی مانند ہے اسمیں انہمیں وصف مشترک تبرع و احسان ہے - لہذا وہ صدقہ بھی غیر مقبوضہ اور قابل قسمت چیز کا صدقہ بلا تقسیم صحیح نہ ہوگا - اور اسمیں رجوع بھی جائز نہ ہوگا اگرچہ وہ صدقہ غنی پر ہو - کیونکہ صدقہ سے

مقصود ثواب آخرت ہوتا ہے۔ نہ عوض دنیا۔

شیخ عبد الحق صاحب حنفی محدث دہلوی نے لمعات شرح مشکوۃ

میں کہا ہے۔ کہ صدقہ فقیروں پر کیا جاتا ہے جس سے ثواب آخرت مقصود ہوتا ہے۔ نہ اس کا کوئی دنیاوی بدلہ۔ اس سے فقیر کی ذلت مقصود ہے۔ اور ہدیہ سے دوسرے کا اعزاز مقصود ہوتا ہے اور وہ غنیوں پر کیا جاتا ہے۔

والصدقة ما ینفق علی الفقراء و یراد ثواب الآخرة ولا یکافی وفیه ذل للمعطی له والهدیه یراد بها الاکرام ینفق علی الاغنیاء (لمعات)

ان تصریحات فقہاء سے جو ہبہ وہدیہ کی تعریفات میں منقول ہوئی ہیں ثابت ہوتا ہے کہ ہبہ ہدیہ اور صدقہ ایک ہی چیز ہیں جس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ بلا عوض دنیاوی ہو اور جس ہبہ یا ہدیہ یا صدقہ کا عوض دنیا میں لینا شرط ٹھرایا جائے یا اسی کے عوض میں وہ وقوع میں آوے وہ ہبہ ہدیہ صدقہ نہیں رہتا بیع ہو جاتا ہے۔ و منہا فقہاء نے اس مسئلہ کو جداگانہ اور مستقل طور بھی بیان کیا ہے چنانچہ ہدایہ۔ اور برہان وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ہبہ بشرط عوض آخر بیع ہو جاتا ہے۔ درمختار میں اس مسئلہ میں دو قیدیں لگادی ہیں۔ اول یہ کہ ہبہ کا عوض متعین چیز ہو مجہول نہ ہو۔ دوسری یہ کہ وہ عوض پہلے مشروط ہو۔ بلا شرط کوئی ہبہ کا عوض دیدے تو اس سے ہبہ بیع نہیں ہو جاتا اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر ہبہ کے وقت یوں کہا جاوے کہ میں نے فلان چیز فلان چیز کے بدلے دیدی تو شروع سے ہی بیع ہو جاتی ہے۔

واذا فعلت الهبة بشرط العوض المعین فهو هبة ابتداء بیع انتهاء وهذا اذا قال وهبتك علی ان تعوضنی کذا اما اذا قال وهبتك بکذا فهو بیع ابتداء و انتهاء وقید العوض بکونه معینا لانه لو کان مجهولا بطل اشتراطه (درمختار ص۶۰) ونقل فی المجتبی انه یشترط فی العوض ان یکون مشروطا فی عقد الهبة واما اذا عوضه بعده فلا (درمختار ص۶۰)

(چوتھا مسئلہ)

ہبہ یا ہدیہ یا صدقہ بالعوض اگر روپیہ یا چاندی یا سونا ہو تو

اسکے عوض کا دم نقد اور اسی مجلس ہدیہ یا صدقہ میں دیا جانا شرط ہے - اور اگر آج کوئی بطور ہدیہ یا ہبہ یا صدقہ روپیہ کسی کو دے - اور اسکا عوض یا بدلہ ایک ساعت کے بعد دوسرے جلسہ میں لینا ٹھرالے (چہ جائے کہ ایک سال یا کئی سال کے بعد لینا مقرر کرلے) تو یہ سود ہو جائیگا۔ اگرچہ ایک روپیہ کے بدلے ایک ہی روپیہ لے - اس مسئلہ کی دلیل یہ ہے کہ ہبہ بالعوض بیع کا حکم رکھتا ہے (چنانچہ مسئلہ سوم میں ثابت ہوا) اور روپیہ کی بیع روپیہ سے ہو تو اسمیں ادھار سے سود لازم آتا ہے - (چنانچہ مسئلہ دوم میں بیان ہوا -)

حنفی مذہب میں روپیہ کے عوض میں روپیہ دینے میں تاخیر کو ناجائز کہتے ہیں - یہاں تک تشدد و مبالغہ کیا جاتا ہے کہ اسمیں قرض کی (جو بنظر ابتدائی حالت صرف عاریت ہوتا ہے - اور تبرع و احسان کہلاتا ہے - اور اسکا بیع ہونا صرف آخری حالت کی نظر سے ہوتا ہے - جب وہ قرض ادا کیا جاتا ہے) ادا کرنے میں تاخیر کرنی اور مطالبہ قرضخواہ کے وقت کوئی میعاد مقرر کرنیکو جائز نہیں رکھا جاتا - اس مسئلہ کی تفصیل ہم رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۱۲ میں کر چکے ہیں - اس مقام میں صرف حنفی مذہب کا مسلہ اور ان کی دلیل ہدایہ اور برہان شرح مواہب الرحمن نقل کیجاتی ہے جسمیں یہ تصریح ہے کہ دراہم کے مبادلہ میں ادھار حرام ہے - جو اصل رسالہ نمبر ۱ جلد ۱۲ میں ہے برہان میں کہا ہے کہ ہر ایک دین کو جو نقد واجب الاداء ہو میعادی کردینا درست ہے - بجز قرض کے کہ اسمیں میعاد صحیح نہیں یعنی اسمیں میعاد مقرر ہو تو بھی قرضخواہ جب چاہے اپنے قرض کو وصول کرسکتا ہے - ہمارے (خفیہ کی) دلیل عدم صحت میعاد قرض یہ ہے کہ قرض ابتدائی حالت کی نظر سے تو ایک احسان اور ایک چیز کا عاریۃً دینا ہے - اور آخری حالت ادائی کی نظر سے وہ ایک معاوضہ ہے - پس اگر اسکو

وصح تاجیل کل دین الا القرض حتی لو اجله لا یثبت وله المطالبة فی الحال ولنا ان القرض اعارة وتبرع ابتداءً ومعاوضة انتهاءً فعلی اعتبار الابتداء لا یلزم التاجیل فیه کالاعارة فلان یسترد ها من ساعته اذ لا جبر فی المتبرع وعلی اعتبار الانتهاء لا یصح التاجیل فیه لانه مبادلة الدراهم بمثلها

ابتدائی حالت کی نظر سے دیکھا جائے تو اسمیں میعاد کا واجب اللحاظ ہونا ضروری نہیں

نسیئة وهو حرام (برهان مختصراً و مثله فی الهدایه صفحه ۶ جلد ۳)

جیسا کہ عاریت کی چیز میں یہ امر لازمی نہیں۔ جو شخص اپنی چیز کسی کو عاریت دے وہ جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ کیونکہ احسان میں جبر نہیں ہوسکتا۔ اور اگر اسکو آخری حالت کی نظر سے دیکھا جائے تو اسمیں میعاد جائز ہی نہیں۔ کیونکہ اسحالتمین بیمہ کی رو سے بیع ہے جسمیں ایک جانب سے او دام دوسری ربا لازم آتا ہی جو حرام ہی۔

(پانچواں مسئلہ)

زمانہ جاہلیت میں قمار کی کئی صورتیں مروج تہیں۔ جنکو خدا تعالیٰ اور اُسکے رسول نے منع کیا۔ اور علماء اسلام نے انکی ممانعت پر اتفاق کیا ہے۔ از انجملہ ایک صورت معمولہ مشرکین جاہلیت وہ تھی جسکو تفسیر کشاف۔ کبیر۔ معالم وغیرہ میں بیان کیا ہی

قال صاحب الکشاف کانت لهم عشرة اقداح وهی الازلام والاقلام الفذ والتوام والرقیب والحلس والمسبل والمعلی والنافس والمنیح والسفیح والوغد لکل واحد منها نصیب معلوم من جزور ینحرونها عشرة اجزاء وقیل ثمانیة وعشرین جزأ الا ثلثة وهی المنیح والسفیح والوغد فللفذ سهم وللتوام سهمان وللرقیب ثلثة وللحلس اربعة وللنافس خمسة وللمسبل ستة وللمعلی سبعة یجعلونها فی الربابة وهی الخریطة ویضعونها علی ید عدل ثم یجلجلها و یدخل یده فیخرج باسم رجل رجل

کہ مشرکین عرب چند آدمی ملکر ایک اونٹ ادہار خریدتے۔ اور اُسکے گوشت کے دس حصے کرتے پہر دس تیروں یا قلموں یا پانسوں سے اُنکو بانٹتے انمیں کسی تیر یا قلم یا پانسی کا ایک حصہ مقرر کرتے کسی کے دو کسی کے تین کسی کے چار کسی کے پانچ کسی کے چھ کسی کے سات پہر وہ تیر یا پانسی ایک تھیلی میں ڈالکر ایک اور آدمی کے ہاتھ میں دیتے وہ انکو ہلا کر ملا دیتا۔ پہر ایک ایک کے نام سے ایک ایک تیر یا پانسہ نکالتا پہر جسکے نام کا جو تیر یا پانسہ نکلتا وہ اسکا مقرری حصہ لے لیتا تین تیر یا پانسے انمیں سے حصہ سے خالی ہوتے جسکے نام کوئی تیر یا پانسہ خالی نکلتا اُس کو

قدحا منها فمن خرج له قدحا من ذات
الانصباء اخذ النصيب الموسوم بذلك
القدح ومن خرج له قدح لا نصيب له لا
يأخذ شيئاً وغرم ثمن الجزور كله +
(تفسير كبير صـ ۳۲۱ جلد ۲ - ومثله في المعالم صـ ۹۳)
وهو اصل القمار الذي كان تفعله العرب و
المراد في الآية انواع القمار كلها قال طاؤس وعطاء
ومجاهد كل شيء فيه قمار فهو الميسر حتى لعب
الصبيان بالجوز والكعاب وروى عن علي في النرد و
الشطرنج انهما من الميسر (معالم صـ ۹۵)
المسئلة الرابعة اختلفوا في ان الميسر هل هو اسم
لذلك القمار المعين او هو اسم لجميع انواع القمار
وروى عن النبي صلى الله عليه وسلم اياكم وهاتين الكعبتين فانهما من
ميسر العجم وعن ابن سيرين ومجاهد كل شيء فيه
خطر فهو من الميسر حتى لعب الصبيان بالجوز واما
الشطرنج فروى عن علي انه قال النرد والشطرنج من
الميسر وقال الشافعي الخ (تفسير كبير صـ ۳۳۱ جلد ۲)

کوئی حصہ نہ ملتا - اور اونٹ کی ساری قیمت
اسکو دینی پڑتی -

تفسیر معالم وغیرہ میں لکھا ہے کہ اصل قمار
کی صورت یہی ہے جو عرب میں مروج تھی
اور اس آیت میں سبھی صورتیں قمار کی مراد
ہیں - طاؤس وعطاء ومجاہد تابعین امام
کہتے ہیں جس چیز میں جُوا یعنی (ہار جیت)
ہو وہ قمار ہے - یہانتک کہ جو بچے اخروٹ
اور نردوں سے شرط لگا کر کھیلتے ہیں وہ بھی
قمار ہے - حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ نے
فرمایا ہے شطرنج بھی قمار ہے - (یعنے شرط
لگا کر کھیلنا - چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے
فرمایا ہے) جیسا کہ تفسیر کبیر میں
نقل کیا ہے -

ازانجملہ ایک صورت یہ تھی کہ جاہلیت
کے لوگ زندہ حیوان کے گوشت کو انکل سے
اندازہ کرتے کہ یہ دس سیر یا بیس سیر ہوگا - اور
اسکے عوض میں کٹا ہوا گوشت دیدیتے - یہ سمجھکر کہ اس زندہ حیوان کا گوشت کاٹنے کے بعد بڑھگیا
تو ہمارا رہا - گھٹ گیا تو ہمارا گیا -

ازانجملہ ایک صورت یہ تھی کہ اسیطرح اور اسی شرط سے درخت کے پھل کا اندازہ کرتے اور
اسکے عوض میں کٹا ہوا پھل دیدیتے اور کہتے کہ گھٹ گیا تو ہمارا گیا - بڑھ کر نکلا تو ہمارا نکلا - آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے اس صورت کی بیع سے منع کردیا۔ اور اکابر ائمہ نے اس نظر سے کہ اس مبادلہ پر معاملہ کرنے والا ہار جیت میں متردد رہتا ہے اور اُسکو ایک جانب نفع یا نقصان کا علم نہیں ہوتا۔ ایسے معاملات کو قمار قرار دیا ہے۔ چنانچہ مؤطا امام مالک میں سعید بن المسیب تابعی امام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے گوشت کے ساتھ حیوان کی بیع کرنے سے منع کیا ہے۔ اور سعید بن المسیب نے کہا ہے کہ ایک بکری یا دو بکریوں سے گوشت کا بیچنا زمانہ جاہلیت کا قمار تھا۔ امام مالک نے آنحضرت سے روایت کیا ہے کہ آپنے مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ اس مزابنہ کی تفسیر یہ ہے کہ ایک چیز کی جسکا وزن ماپ عدد معلوم نہ ہو کسی معین وزن یا ماپ یا عدد سے بیع کریں۔ مشتری کہدے کہ اسمیں جو گھٹا وہ میرا گیا۔ اور جو بڑھا میرا ہوا۔ میں اس شرط سے ذمہ دار ہوں۔ کہ کمی بیشی میری رہی۔ امام مالک نے فرمایا کہ یہ بیع نہ ہوئی جوا ہوا۔

ایسا ہی نیل الاوطار اور فتح الباری میں مزابنہ کو قمار میں داخل کیا ہے۔ اور دُرِمختار میں لکھا ہے۔ مزابنہ یعنے درخت پر کھجوروں کی بیع توڑی ہوئی خرما سے انکے ماپ سے اور انکے اندازہ سے۔ ایسے ہی درخت

مالك عن زيد بن اسلم عن سعيد بن المسيب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع الحيوان باللحم

مالك عن داؤد بن الحصين انه سمع سعيد بن المسيب يقول من ميسرة اهل الجاهلية بيع اللحم بالشاة والشاتين (مؤطا مالك ص۲۷۱)

مالك نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المزابنة وتفسير المزابنة ان كل شئ من الجزاف الذى لا يعلم كيله ولا وزنه ولا عدده ابتيع بشئ مسمى من الكيل او الوزن او العدد الى ان فصله ومثل قال فيقول نما نقص من ذلك فعلى غرمه وما زاد فهو لى اضمن بالنقص لك من ذلك على ان يكون لى ما زاد فليس ذلك بيعاً ولكنه المخاطرة والغرر والقمار يدخل هذا + (مؤطا مالك ص۲۷۵)

والمزابنة وهى بيع الرطب على النخل بتمر

مقطوع مثل کیلہ تقدیرًا ومثلہ العنب
بالتزبیب و للملامسۃ للسلعۃ والمنابذۃ و
وھی نبذھا للمشتری اوالقاء الحجر علیھا
من بیوع الجاھلیۃ منھی عنھا کلھا (عینی)
لوجود القمار (درمختار صـ۳۶ ج۴)

پر انگوروں کی بیع خشک منقی سے اور بیع ملامسہ (جو صرف مشتری کے ہاتھ لگادینے سے بیع ہوجائے) اور بیع منابذہ (جو کسی چیز کو مشتری کی طرف پھینک دینے سے یا اسپر کوئی چیز ڈال دینے سے بیع قرار پاوی) یہ سب فاسد بیوع ہیں جو زمانہ جاہلیت میں مروج تھیں انسے ممانعت ہوچکی ہے کیونکہ انمیں قمار پایا جاتا ہے۔

از انجملہ ایک صورت قمار یہ تھی (جو آجکل بھی انگریزی دور میں بھی مروج ہے) کہ لوگ گھوڑدوڑ میں دونو طرف سے شرطیں مقرر کرکے گھوڑے دوڑاتے۔ جو بڑھ جاتا وہ شرط کا مال لیجاتا بعض وقت تیسرا سوار ایسا نکلتا جو دونو سے بڑھجاتا۔ اور وہ دونو کا مال شرطی لیجاتا۔ آنحضرت نے اسکو بھی قمار قرار دیا ہے۔ اور تیسرے شخص کے حق میں فرمایا کہ اگر اسکو اپنے بڑھ جانیکا اور اسوجہ سے مال لے لینے کا یقین ہو تو اسکا فعل بھی داخل قمار ہے۔

شرح السنہ میں روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جو شخص دو گھوڑوں میں اپنا گھوڑا داخل

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادخل
فرسًا بین فرسین فان کان یومن ان یسبق
فلاخیر فیہ وان کان لایومن ان یسبق
فلاباس بہ رواہ فی شرح السنۃ
وفی روایۃ ابی داؤد قال من ادخل فرسًا
بین فرسین یعنی وھو لایومن من ان یسبق
فلیس بقمار ومن ادخل فرسا بین فرسین
وقد امن ان یسبق فھو قمار
(مشکوۃ صـ۳۰۹)

وشامل کرے وہ دوسرے گھوڑوں کے بڑھجانے سے امن میں ہو (یعنے وہ یہ سمجھتا ہو کہ اسی کا گھوڑا بڑھ جائیگا اور وہی شرط لیگا) تو اُسمیں خیر نہیں (یعنے یہ قمار ہے۔ چنانچہ ابوداؤد کی روایت میں لفظ قمار صریح آگیا ہے) اور اگر وہ اس سے بے امن ہو یعنے اسکو خوف ہو۔ کہ دوسرے گھوڑے بڑھ جائینگے تو پھر اس کے شامل ہونیکا کوئی ڈر نہیں (یعنے پھر وہ قمار نہیں چنانچہ دوسری روایت میں صریح یہ لفظ وارد ہے)۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ اور مجمع البحار میں اس حدیث کے یہی معنے کئے ہیں۔ اور سیّد جمال الدین۔ صاحب روضۃ الاحباب شارح مشکوۃ نے اور معنے کئے ہیں مگر صاحب مجمع البحار اور سید جمال الدین صاحب وغیرہ علماء نے بالاتفاق بیان کیا ہے۔ کہ

ثم ان کان المال من جھۃ واحد فجائز ولا یجوز ان کان من کل منھما الا بمحلل۔ ان سبق المحلل احد المستبقین وان سبق فلاشئ علیہ وبالمحلل یخرج من القمار لانہ کونہ الرجل مترددا بین الغرم والغنم وذا ینتفی بالمحلل (مجمع البحار صفحہ ۹۱ جلد ۲)

تیسرے شخص کے ذمہ بصورت پیچھے رہجانیکے کچھ دینا مقرر نہیں ہوتا اس لئے اسکے شامل ہوجانے سے گھوڑدوڑ قمار ہونے سے نکلجاتی ہے۔ کیونکہ قمار کی تعریف اور حد یہ ہے۔ کہ آدمی اس تردد اور شک میں ہو کہ وہ کچھ لیتا ہے یا اسکو کچھ دینا پڑتا ہے۔ تیسرے شخص کو جو محلل کہلاتا ہے کچھ دینا نہیں پڑتا۔ تو اسکی وجہ سے یہ گھوڑدوڑ قمار ہونے سے نکلجاتی ہے۔

قسطلانی نے شرح بخاری اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم اور شوکانی نے

اتفقوا علی جواز المسابقۃ بغیر عوض و بعوض بشرط ان یکون العوض من غیر المتسابقین اما الامام او غیرہ من الرعیۃ فان اخرج کل منھما مالا علی ان سبقہ الاخر فلہ لم یجز لان کلا بینھما متردد بین ان یغنم او یغرم وھو صورۃ القمار الا ان یکون بینھما محلل فیجوز (قسطلانی صفحہ ۹۱ جلد ۵۔)

وان کان الجعل من احد المتسابقین جاز وکذا اذا کان بینھما ثالث محلل بشرط ان لا

نیل الاوطار میں اور زرقانی نے مؤطا کی شرح میں کہا ہے دونو طرف سے گھوڑدوڑ میں شرط ہو تو وہ ناجائز اور قمار ہے۔ اور اگر شرط ایک طرف سے ہو اور بصورت دونو طرفی شرط ہونیکے انکے ساتھ تیسرا شخص محلل ایسا ہو جسکی طرف سے بصورت پیچھے رہجانیکے مال دینا شرط نہ ہو تو قمار نہیں ہے۔ کیونکہ قمار وہی ہے جسمیں آدمی کو ہار جیت اور کچھ لینے یا دینے دونو میں تردد ہو۔ ایک صورت لینے یا جیت کا علم ویقین نہ ہو۔

لایخرج من عندہ شیئاً لیخرج العقد من صورۃ
القمار وھو ان یخرج کل منہما سبقاً فمن
غلب اخذ السبقین فان ھذا اما
وقع الاتفاق علی منعہ وقد حکی فی البحر
عن ابی حنیفۃ ان عقد المسابقۃ علی مال
باطل (نیل الاوطار صـ ۲۹۰ جلد ۷)

یشترط ان یکون العوض من غیر المتسابقین
او یکون بینہما ویکون معہما محلل وھو
ثالث علی فرس مکافٔ لفرسیہما ولا
یخرج المحلل من عندہ شیئاً لیخرج العقد
عن صورۃ القمار (شرح مسلم صـ ۱۳۳ جلد ۲)

یشترط ان لا یخرج المحلل من عندہ شیئاً
لیخرج العقد من صورۃ القمار وھو ان
یخرج کل منہما سبقاً فمن غلب اخذہ و
ھذا ممنوع اتفاقاً (زرقانی صـ ۳۲۶ جلد ۲)

دخل الجعل ان شرط المال فی المسابقۃ
من جانب واحد وحرم لو شرط فیہا
من الجانبین۔ لانہ یصیر قماراً الا اذا
ادخلا ثالثاً محللاً بینہما بفرس کفیٔ
لفرسیہما بتوھم ان یسبقہما والا لم یجز ثم ان
سبقہما اخذ منہما وان سبقاہ لم یعطہما وفیما بینہما
ایہما سبق اخذ من صاحبہ (درمختار صـ ۴۰۲)

نیل الاوطار اور فتح الباری۔ اور زرقانی میں لکھا ہے کہ دونو طرف سے شرط ہونی صورت میں گھوڑ دوڑ کے ممنوع ہونے پر اتفاق ہے۔ نیل الاوطار میں امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ مال کی شرط سے گھوڑ دوڑ باطل ہے۔

اور درمختار میں ہے کہ انعام گھوڑ دوڑ اسی صورت میں حلال ہے۔ کہ ایک طرف سے ہو۔ اور اگر دونو طرف سے ہو تو وہ حرام ہے۔ کیونکہ اس صورت میں قمار ہو جائیگا ہاں اگر وہ دونوں تیسرے سوار کو بھی شامل کرلیں جو اپنے گھوڑے سے دونو کی برابری یا مقابلہ کرے۔ اس وہم وگمان سے کہ وہی بڑھیگا تو اس صورت میں ان دونو کی طرف سے انعام مقرر ہونا حلال ہے۔ وہ بڑھ گیا تو ان دونو سے انعام لے لیگا اور اگر وہ دونو بڑھ گئے اور وہ پہلا پیچھے رہگیا تو وہ ان کو کچھ نہ دیگا۔ پھر ان دونو سے آگے بڑھ جانے والا دوسرے سے مال لے لیگا۔

الغرض احادیث نبویہ اور اقوال فقہیہ میں صاف بیان ہوا ہے کہ گھوڑ دوڑ جسمیں دونو

جانب سے شرط ہو قمار ہے۔ اور قمار کی تعریف وحد حقیقت یہ ہے کہ اسکا عمل کرنے والا۔ ہار جیت اور مال لینے یا بہر دینے میں تردد اور شک میں ہو۔ اُسکو معلوم نہ ہو کہ میں کچھ لیتا ہوں یا ہاتھ سے دے بیٹھتا ہوں۔ اور یہی شک و تردد تینوں صورتوں میں قمار کے پایا جاتا ہے اس سے یہ عام اصول قایم ہوتا ہے کہ جس معاملہ میں معاملہ کرنے والے کو بوقت معاملہ کچھ خبر نہ ہو کہ وہ ہارتا ہے یا جیتا ہے۔ اسکو کچھ ہاتھ آتا ہے یا کچھ دینا پڑتا ہے۔ وہ معاملہ قمار میں داخل ہے۔

اس اصول سے ان لاٹریوں کا حکم شرعی بھی معلوم ہوتا ہے۔

جنکا آج کل رواج عام ہے رسم لاٹری انگریزوں سے نکلی ہے۔ اور بعض ناواقف مسلمانوں نے بھی اختیار کر لی ہے۔ جس کی مختلف صورتیں دیکھی اور سُنی جاتی ہیں۔ کبھی کوئی شخص ایک چیز کی قیمت سو پچاس روپیہ مقرر کر کے لتنے ہی آدمیوں سے ایک ایک روپیہ وصول کر کے جمع کر لیتا ہے۔ پھر ان سب کے نام کی چھٹیاں لکھہ کر ایک صندوق میں ڈالدیتا ہے پھر انکو ملا جلا کر اَور کے ہاتھ سے ایک چھٹی نکال لیتا ہے۔ جس کے نام کی وہ چھٹی ہو۔ اسکو وہ چیز دیدیتا ہے اور باقی سب اپنا ایک ایک روپیہ کھو کر محروم رہتے ہیں۔ روپیہ دینے کے وقت وہ سبھی اس شک و تردد میں ہوتے ہیں کہ دیکھیے ہم ہارتے ہیں یا جیتتے ہیں۔ ہمارے نام کی چھٹی نکل آئی تو پچاس روپیہ ہاتھ آئے ورنہ ایک روپیہ بھی گیا اور کبھی+ لاٹری والے ایسا کرتے ہیں کہ بغیر بیع کسی چیز کے ایک یا دو یا پانچ یا دس روپیہ کی چھٹی یا حصہ مقرر کر کے فی کس اس چھٹی یا حصہ کا روپیہ وصول کر کے صدہا بلکہ ہزارہا جمع کرتے ہیں۔ اس شرط سے کہ ان سب کے نام اور چھٹیاں ایک صندوق میں ڈال دینگے۔ پھر جس کا نام سب سے پہلے نکلا اُسکو منجملہ جمع شدہ رقم تیس ہزار روپیہ دینگے جسکا نام دوسرے نمبر پر نکلا اُسکو بیس ہزار جس کا نام تیسرے نمبر نکلا اُسکو دسہزار و علے ہذا القیاس چند نمبروں تک کے نام نکال کر اُسکو مقرری رقم دینگے۔ اسکے بعد جسکا نام نکلا وہ محروم رہیگا۔ اور باقی کل روپیہ ان لوگوں کا جنھوں نے اس لاٹری کی تجویز نکالی تھی۔ اس صورت میں بھی روپیہ دینے والے

+ ایک صورت لاٹری کی وہ بھی ہے جو حکیم امام الدین صاحب امرتسری نے نکالی ہے جسکا ذکر صفحہ ۶۰ کے میں مفصل ذکر ہوا ہے +

شک و تردد میں ہوتے ہیں کہ اگر ہمارا نام نکلا تو پانچ یا دس روپیہ دیکر دس بیس ہزار روپیہ ملجائینگے اور اگر نام نہ نکلا تو دس پانچ روپیہ ہی جائینگے۔ لاٹری کی ان صورتوں اور اس قسم کی اور صورتوں کا جنمیں شک کی ہار جیت پائی جاتی ہے۔ اور لاٹری والوں کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ ہم تھوڑا روپیہ دیکر بہت سا روپیہ لیتے ہیں یا دیا ہوا بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ حکم نصوص شرعیہ مسطورہ اور اقوال فقہیہ مذکورہ سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قمار ہے۔ اور حرام ہے۔ **بعض دیندار مگر مسائل** دین سے ناواقف مسلمان ایسے معاملے نہ اپنے نفسانی اور شخصی اغراض کے لئے بلکہ حسبۃً للہ اور قوم کے لئے کرتے یا کرنا چاہتے۔ اور وہ صورت دوم اور اس قسم کی اور صورتوں سے روپیہ جمع کرکے قومی کاموں میں (جیسے مدارس تعلیم و مساجد عبادت وغیرہ) میں صرف کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ چنانچہ اس مضمون کا استفتا٭ ریاست حیدرآباد کے ایک عہدہ دار **ملا عبدالقیوم صاحب ڈپٹی کمشنر انعام گلبرگہ** سے متداول کیا تھا جسکا ایک پرچہ ہمارے پاس بھی انہوں نے بغرض جواب بھیجا تھا۔ ہمنے اس قسم کے سوال کا جواب لکھنے کے لئے اپنا مضمون سود قمار لاٹری وغیرہ جلد ۱۲ میں لکھنا شروع کیا تھا کہ ناگاہ قادیانی سے ہمارا مقابلہ شروع ہوگیا۔ اور وہ مضمون ناتمام رہا۔ اب اس مقابلہ قادیانی سے فراغت ہوئی ہے تو یہ مضمون لکھا گیا ہے۔ وہ صاحب ہمارے اس مضمون کو اپنے استفتا کا جواب سمجھیں٭٭۔ اور نصوص و اقوال مذکورہ میں لاٹری کا حکم دیکھ لیں۔ کہ وہ ناجائز ہے۔ اور قمار میں داخل ہے۔ **کسی کی یہ نیت** کہ ہم اس مال کو ذاتی مصارف میں نہ لائینگے۔ بلکہ دینی اور قومی کاموں میں صرف کرینگے۔ اس قمار کو جائز نہیں کرسکتی **اس نیت کی مثال** بعینہ ایسی ہے جیسے کوئی شراب کی تجارت کرے یا گانے ناچنے والی کسبیاں خرید کر انسے ناچنے گانے بجانے کا کام کراوے۔ یا انکو زنا پر لگاوے اور اس تجارت کی کمائی صرف مساجد کرے۔ جسکو امید ہے کوئی مسلمان خواہ کیسا ہی ناواقف ہو جائز نہ سمجھیگا۔ اور ان کاموں میں نیک نیتی کا کوئی لحاظ نہ کرے گا۔ جو کام بجائے خود بد ہے اسمیں کسی کی نیک نیتی کیا اثر کرسکتی ہے۔ **یہ قاعدہ کلیہ** مسلمہ کل ہے کہ پہلے ایک کام کے جواز اور

ضمیمہ صفحہ ۲۱

٭٭ ملا صاحب کے استفتا کو ہم اس مضمون کے ضمیمہ میں بالفاظہ نقل کرکے اسکا مستقل جواب بھی دینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

درستی کو دیکھیں ۔ پھر اُسکے کرنے میں نیک نیت کریں ۔

تمہیدی مسائل ختم ہوئے اب ہم جواب استفتاؤں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں واضح ہو کہ تنبول یا نوتہ شادی پر ہو یا موت پر اسلام میں اسکا کہیں اثر پایا نہیں جاتا اور کتب حدیث و فقہ میں اسکا نام و نشان نہیں دیکھا جاتا ۔ اور نہ اسلامی بلاد میں جو ہندوستان کے اختلاط و اثر سے محفوظ ہیں یہ رسم جاری ہے ۔ بلکہ یہ رسم صرف ہندوستان کی پرانی رسم ہی اور ہندوستان ہی میں اسکا رواج ہے ۔ ہندوستان کے ناواقف مسلمانان قدیم نے اس رسم کو ہندؤں سے اخذ کیا ہوا تھا ۔ اسوقت کی اسلامی انجمنوں نے اسکو ترقی و رونق دیکر پہلی حالت سے بھی بدتر بنا دیا ہے ۔ اسمیں انہوں نے ہندؤں کی ایک رسم کو رونق دی ہے ۔ کوئی اسلامی مردہ رسم زندہ نہیں کی ۔ منجملہ اسکے بانیان مسلم تنبول گوردسپورہ نے تو اپنے قواعد کے پرچہ میں اقرار کیا ہے ۔ کہ اس فنڈ کو قایم کرنے میں ہندؤں نے سبقت کی تھی ۔ اُنہوں نے ان ہی کی پیروی و تقلید اختیار کی ہے ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں ایہا المسلمین[1] ۔ بعد اولئے ہدایا سلام مسنون آنکہ آپکو معلوم ہوگا کہ گوردسپورہ میں کوئی دو سال سے اہل ہنود نے ایک فنڈ بنام شادی فنڈ قایم کر رکھا ہے ۔ اسمیں بانیان فنڈ کو اسقدر کامیابی ہوئی کہ وہ مسلمان ممبروں کیطرف سے بی نیاز ہوگئی اور انہوں نے دسمبر ۱۸۹۶ء میں مسلمانوں کی شمولیت قطعاً بند کردی ۔ چونکہ تجربہ نے اس فنڈ کا مفید ہونا ثابت کر دیا ہے اور مسلمانوں کو بوجہ افلاس اس فنڈ کی زیادہ ضرورت معلوم ہوئی ۔ اسلئے گوردسپورہ کے چند ہمدرد مسلمانوں نے خود ایک فنڈ بنام مسلم تنبول فنڈ گوردسپورہ میں قایم کیا ہے "

---

[1] ایہا المسلمین غلط ہے صحیح ایہا المسلمون ہے ڈائرکٹران فنڈ سے دو صاحبوں کے نام کے ساتھ لفظ مولوی بھی لگا یا ہوا ہے وہ اتنی غلطی سمجھکر اسکی تصحیح نہیں کر سکتے تو وہ اس فنڈ کے شرعی حکم کو کیا سمجھتے ہونگے یہی وجہ ہے کہ وہ مولوی کہلا کر اس فنڈ میں شامل ہوگئے ۔ عام مسلمان انکو مولوی سمجھ کر دھوکہ نہ کھائیں ۔

یہ صاف وصریح اقرار ہے کہ مسلم تنبول فنڈ نے شادی فنڈ والے ہندؤں کی تقلید کی ہر باقی انجمنوں کا گو یہ اقرار نہیں۔ مگر وہ بھی ہندؤں کے ہی پیرو ہیں اس رسم کے اختیار کرنیمیں اسلام میں انکا کوئی مقتدا نہیں۔

ان انجمنوں نے گو بظاہر بڑی ترقی کی اور تھوڑے عرصہ میں ان انجمنوں کے ممبروں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ہے۔ اور بظاہر بعض لوگوں کو اس رسم کے ذریعہ وم نقد اور دنیاوی مال۔ فائدہ یہ ہوا ہے کہ تین تین روپیہ دیکر اڑہائی اڑہائی سو روپیہ وصول کر لیا ہے۔ چنانچہ مسلم تنبول فنڈ مندرجہ رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۱۸ اسے ناظرین کو معلوم ہوا مگر حقیقت اور دین کی طرف نظر کرنے سے یہ ترقی تنزل سے بدتر ہے اور انجام کی نظر سے اسمیں دنیاوی اور مالی بھی نقصان ہے۔ پرانے دستور تنبول یا نونہ حیات ممات کے مطابق کسی کی شادی یا ماتم پر اگر دادا تنبول یا نونہ دیتا تھا۔ تو اسکے پوتا اُسکو وصول کرتا تھا۔ اور کوئی قید یا شرط اسکے وصول سے مانع نہ تھے۔ مگر ان انجمنوں نے اس رسم کو ایسے شروط و قیود سے مقید کر دیا ہے۔ کہ انکی خلاف ورزی سے دادا کا دیا ہوا تنبول کجا اپنا دیا ہوا بھی ضبط ہو جاتا ہی جسکی نظر سے یہ معاملہ قمار یا لاٹری بن جاتا ہے کہ اگر شروط انجمن کا وفا ہوا تو تین روپیہ دے کر اڑہائی سو ہاتھ آگئے۔ اور اگر کسی شرط کے خلاف ہوا تو وہ بھی اور اسکے ساتھ اور بیتالیس کل بیتالیس ہی گئے۔ اور جو دینی نقصان گناہ ہونیکا بوجھ پڑا وہ اس معاملہ کا سود ملا جو سیدھا جہنم میں لیجائیگا۔ عیاذاً باللہ من ذلک۔ یہ اجمالی جواب استفتاءات و بیان نقصانات ہے۔ اب ہم اس اجمال کی تفصیل کرتے ہیں۔ اور سب سے پہلے استفتاء متعلق مسلم تنبول فنڈ گوردا سپورہ کا جواب تفصیلی دیتے ہیں۔

جواب استفتاء متعلق مسلم تنبول فنڈ گورداسپورہ

اس فنڈ کے قواعد کا جو ۱۵ صفحہ اور ۵۸ دفعات میں بیان ہوئے ہیں خلاصہ متعلق فتوے پانچ امور ہیں۔

امر اوّل ممبر کے ذمہ چندہ

اس فنڈ میں شامل ہونے والے ممبر (رکن) بوقت داخلہ (شمولیت) للعہ ر دیں فیس داخلہ عہ ر چندہ سالانہ پیشگی عہ ر قیمت سرٹیفکیٹ (سند ممبری) ۸ ر قیمت رسالہ ماہوار ۱۵ ر قیمت پرچہ قواعد ۲ ر۔ اور پھر ہر سال ختم ہونے سے ۱۵ دن پہلے چندہ سالانہ عہ ۸ ر۔ اور چندہ امدادی یعنے تنبول حسب شرح مقررہ خود ماہوار ۱۲ ر یا ۱۲ ر یا عہ یا عہ یا ۱۲ ر یا ۱۰ ر یا ۸ ر اور چندہ زائد جو بوقت ضرورت طلب ہو بھیجتے رہیں (دفعہ ۵ لغایت ۱۰۔ اور دفعہ ۱۵۔ اور دفعہ ۲۲)

امر دوم چندہ ادا نکرنے بلکہ کسی قسم کی حکم عدولی کرنے پر ممبر کا اپنے حقوق سے محروم رہنا

جو ممبر امدادی اور سالانہ چندوں کو وقت مقررہ پر ادا کرنے میں قصور کریگا۔ اس سے دو چند چندہ وصول کیا جائیگا۔ اور اگر اُسکے ادا کرنے میں بھی اور پندرہ دن تک قاصر رہیگا تو اُسکا سابق وصول شدہ چندہ ضبط ہو گا۔ اور اسکے حقوق ممبری استحقاق تنبول وغیرہ سب باطل و زائل ہونگے۔ اور جو روپیہ وہ فنڈ سے لے چکا ہو وہ اس سے واپس لیا جائیگا اور وہ آیت خسر الدنیا والآخرۃ و ذلک ھو الخسران المبین کا مصداق ہوگا (دفعہ ۲۱-۲۴ و ۲۹) اور نقشہ نمبر اول جسکے ذریعہ سے درخوست ممبری ہوتی ہے۔ اور اسمیں صاف اقرار کرایا جاتا ہے کہ ممبر اگر اُسکے کسی قاعدہ فنڈ کا خلاف کریگا تو اس سے وہ مستوجب تعزیر تذکرہ قواعد ہوگا یعنے حقوق ممبری سے محروم کیا جائیگا)

امر سوم اس فنڈ کا معاوضہ اور اُسکے شرائط

چندہ سالانہ و امدادی وغیرہ (جس کی تعداد للعہ روپیہ ہوگی) کے عوض میں ممبر کو جو کچھ بطور تنبول دیا جائیگا اُسکی تعداد ایک ہزار روپیہ سے زائد نہ ہوگی اور اس ممبر کے دیئے ہوئے امدادی چندہ (للعہ لغایت للعہ ر) سے کم نہ ہوگی اس رقم تنبول سے فی صدی عہ ر کاٹ کر

انجمن حمایت اسلام لاہور کو دیا جائیگا۔ اس تنبول لینے کی ایک شرط یہ ہے کہ ۴۵ روز شادی سے پہلے اطلاع منیجر فنڈ کے پاس پہنچ جائے۔ دوسری شرط یہ کہ وہ اپنی مقرر کردہ میعاد سرٹیفکٹ ایک سال لغایت چھ سال سے پہلے طلب نہ کرے۔ اگر پہلے طلب کریگا تو اس کو سرٹیفکٹ بدلانا پڑیگا۔ اور اسکے عوض میں ایک روپیہ فیس تبادلہ دینا پڑیگا۔ مگر پھر بھی سارٹیفکٹ یکسالانہ بدلا نہ جائے گا۔ یعنے میعاد ایک سال سے پہلے کسیکو تنبول نہ ملے گا (دفعہ ۱۶ و ۱۷ و ۲۶ و ۲۷-)

امر چہارم عوض چندہ امدادی نہ ملنے کی صورت میں چندہ کا واپس ہونا

جو ممبر نہ بوجہ تقصیر (جسکا حکم امر دوم میں بیان ہو چکا ہے) بلکہ بوجہ مجبوری و قدرتی اسباب تنبول نہ لے سکیگا۔ اسکا صرف چندہ امدادی واپس کیا جائیگا جو دو شخصوں کو جمع شدہ رقم تنبول سے اور باقی اشخاص کو ممبروں سے بنام نہاد زائد چندہ وصول کرکے دیا جائیگا اور جو روپیہ وہ فیس داخلہ اور چندہ سالانہ اور قیمت سرٹیفکٹ اور قیمت رسالہ وغیرہ میں دیچکا ہوگا۔ اس سے وہ ایسا ہی محروم رہیگا جیسے ہارے ہوئے لاٹری یا قمار والے محروم رہتے ہیں۔ (دفعہ ۱۵-)

امر پنجم ایک دفعہ عوض چندہ وصول کر کے ممبر کا خارج ہونا

جو ممبر تنبول وصول کریگا وہ ممبری سے علیحدہ ہو جائیگا یعنے نہ اسکا کوئی حق فنڈ میں رہیگا۔ اور نہ اس سے چندہ کسی قسم کا مطالبہ کیا جائیگا۔ جب تک کہ وہ حسب قرارداد امر اول دوبارہ چندہ دیکر داخل فنڈ نہ ہوگا۔ (دفعہ ۱۴-)

ان امور خمسہ کے قواعد فنڈ میں پائے جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ شرعاً کسی صورت سے جائز نہیں ہوسکتا۔ ان امور خمسہ کو دیکھکر کسی و ناکسی کو یقین ہوسکتا ہے کہ یہ معاملہ محض تبرع و احسان بلا عوض تو نہیں ہے۔ جو معاملہ ہے بالعوض ہے اور معہذا القوم

شروط سے مقید و مشروط - اور معاملات بالعوض یا بیع ہوتی ہے - یا ہبہ بالعوض (جو بیع کے حکم میں ہوتا ہے) یا قرض اور یہہ معاملہ ان تینوں صورتوں میں سے کوئی جایز صورت نہیں رکھتا بعض صورتوں کے فرض و تجویز سے اسمیں ربا نسیہ پایا جاتا ہے بعض صورتوں کے فرض سے ربا فضل (بڑہوتری) بعض صورتوں میں ربا فضل اور ربا نسیہ دونوں اور یہہ بعض حالتوں میں قمار یا لاٹری بن جاتا ہے - غرض اس معاملہ کے جواز کی کوئی صورت بن نہیں پڑتی - اس میں **ممکنۃ الفرض** صورتوں میں **ایک صورت** یہ ہے کہ ممبر (مجموعہ اقسام کا چندہ دینے والے) کو دائن (قرضدہندہ) فرض کریں اور اس کمیٹی کو جو بواسطہ منیجر یا سکرٹری ہر قسم کا چندہ وصول کرتی ہے - اسکا مدیون قرار دیں - اس صورت میں پینتالیس روپیہ یا کچھ زیادہ دیکر سینکڑوں روپیہ وصول کرنا قرض کا سود ہے جسکی حرمت مسئلہ **اوّل** میں ثابت ہو چکی ہے -

دوسری صورت یہ ہے - کہ اسمیں چندہ دینے والے کو صرف چندہ امدادی یعنے تنبول کی نظر سے دائن فرض کریں - اور مدیون فرادی فرادی اُن جملہ اشخاص کو جنکے لئے کمیٹی تنبول وصول کرتی ہے قرار دیں - اور کمیٹی کو صرف واسطہ و سفیر محض فرض کرلیں تو اس صورت میں اگر دائن ایک روپیہ تنبول کے بدلے اپنے اُن ہی مدیونوں سے جنکو وہ ایک ایک روپیہ دیچکا تھا ایک ایک روپیہ لے جیسا کہ پرانی رسم دستور ہنود میں ہوتا تھا کہ جسکو ایک روپیہ دیا - اُس سے ایک روپیہ لے لیا - تو اسصورت میں گو سود قرض پایا نہیں جاتا مگر اس میں دو خرابیاں اور لازم آتی ہیں - **اوّل** یہ کہ اس فنڈ میں اس صورت کا فرض کرنا واقع کے برخلاف ہے - کیونکہ اس فنڈ میں صرف ان لوگوں سے ایک ایک روپیہ وصول نہیں کیا جاتا جنکو دائن نے ایک ایک روپیہ دیا تھا - اور نہ بحکم قانون کمیٹی فرادی فرادی اُن لوگوں سے روپیہ دینے والا اپنے روپیہ کا مطالبہ کر سکتا ہے بلکہ یہاں تو وہ نقشہ ہے کہ کرے موچھوں والا پکڑا جائے ڈاڑہی والا - لے کوئی اور دے کوئی اور کیونکہ ممکن ہے بلکہ وقوع میں آتا ہے کہ جن جن اوقات میں دائن نے روپیہ دیا تھا ان اوقات میں ممبر اور ہوں - اور

جب اسکے تنبول لینے کے دن آئے تو ممبر اور ہو گئے۔ پہلے مر گئے یا باقاعدہ نکل گئے۔ یا امر دوم کے اڑنگے یا شکنجہ میں آکر خارج کئے گئے۔ یا پہلوں کے ساتھ اور شامل ہو گئے۔ لہذا اس فنڈ میں اس صورت کا فرض کرنا کہ جن اشخاص کو دائن نے روپیہ دیا تھا ان ہی سے وہ تنبول لینے کے وقت اپنا روپیہ واپس لیتا ہے۔ ایک فرض خلاف واقعہ ہے۔ یہاں تو مجموعہ ممبران موجودہ کمیٹی سے لین دین ہوتا ہے۔ جو بہیئت مجموعی وحدانی بالاستقلال چندہ لیتے اور اسکے عوض تنبول دیتے ہیں جس میں سود قرض پایا جاتا ہے۔ اور اگر واقعہ سے آنکھ کو بند کر لیں اور قواعد و شروط فنڈ سے بھی نظر اٹھا لیں اور بطور فرض محال فرض کر لیں کہ اس دائن کے مدیون صرف وہی لوگ ہیں جن لوگوں کو اُسنے ایک ایک روپیہ دیا تھا جو اب اُسنے لیا ہے یا یہ فرض کر لیں (جو بالکل خلاف واقعہ فرض ہے) کہ ممبران فنڈ صرف پنتالیس اشخاص تھے اور پنتالیس ہی رہیں گے جنکو اسکا ایک ایک روپیہ پہنچا۔ اور ایک ہی ایک وصول ہو کر کل تنبول پنتالیس ہی ہوگا۔ تو اس صورت میں **دوسری خرابی** یہ لازم آتی ہے کہ اس قرض کو ممبران فنڈ نے ناجائز شروط سے مقید کر رکھا ہے جسکا بیان امر اول دوم و سوم و چہارم میں ہو چکا ہے۔ اور حنفی مذہب میں قرض میں میعاد مقرر کرنا بھی جائز نہیں ہے جسوقت دائن مطالبہ کرے اسیوقت مدیون کو اسکا ادا کرنا لازم ہے چنانچہ مسلہ پنجم امر چہارم میں گذرا۔ اور یہاں مدت ایک سال پہلے سے ممبر کو حق نہیں دیا گیا۔ کہ وہ اپنے قرض کا مطالبہ کرے۔ اور قرض میں جائز شروط بھی ہوں تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مسئلہ اوّل میں ذکر و بیان ہوا ہے پھر وہ ناجائز شروط سے کیونکر جائز ہو سکے۔

اس قسم کی شروط کی وجہ سے پرانی رسم و سابق دستور کا تنبول شرعاً جائز نہیں سمجھا۔ کیونکہ اسمیں بھی اس قسم کی شروط پائی جاتی نہیں۔ کہ تنبول دینے والوں کو کھانا کھلایا جائے۔ یا خشک بھاجی دیجاوے۔ اور اُسکے عوض کا مطالبہ وقت شادی یا مرگ سے پہلے نہ ہو وعلی ہذا القیاس۔ ان شروط کی وجہ سے پرانا تنبول ناجائز ہوا تو پھر انجمنوں کا مجوزہ تنبول جسمیں

ناجائز شروط کا اضافہ ہوا ہے کیونکر جائز ہو۔ ہاں اگر تنبول صرف بہ نیت تبرع و احسان بلا شرط وصول عوض ہو یا اگر وہ بطور حسنہ قرض ہو تو اُسکے ساتھ کھانا لینے کی۔ یا اور شرط نہ ہو۔ اور اس کے مطالبہ کا حق بھی ہر وقت تنبول دہندہ کو دیا جائے تو اُسصورت میں تنبول جائز ہو۔ بلکہ داخل احسان و معاونت خیر ہو کر موجب اجر و ثواب ہو۔ مگر ایسا نہ قدیم دستور ہندو و مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ اور نہ اب اسلامی انجمنوں میں ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ تنبول اگر برابر کا برابر بھی ہو۔ اور سود قرض سے خالی ہو تب بھی بوجہ شروط زایدہ (جائز ہوں خواہ ناجائز) ناجائز ہے۔

کتب فقہ میں لکھا ہے (چنانچہ مسئلہ اول سے بیان ہوا۔) کہ قرض میں فاسد شروط کرنے سے خود شروط لغو ہو جاتی ہیں۔ وہ عقد قرض کو باطل نہیں کرتیں۔ اور عوض قرض برابر کا برابر بلالحاظ شرط واپس کرنا جائز ہوتا ہے۔ مگر تنبول مروجہ پرانے طریق پر ہو خواہ انجمنوں کے طریق جدید پر اس مسئلہ سے فائدہ اٹھا کر صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس تنبول والے اپنی فاسد شرطوں کو پورا کرتے ہیں۔ انکو لغو قرار دیکر روشل بلا شروط عمل میں نہیں لاتے۔ لہٰذا وہ اس مسئلہ سے تمسک نہیں کر سکتے۔ اور مستفید نہیں ہو سکتے۔

تیسری صورت اس تنبول میں یہ فرض کیجا سکتی ہے کہ مجموعہ اس چندہ کو جو ممبر اس فنڈ میں وقتاً فوقتاً دیتے ہیں ہبہ بالعوض قرار دیں۔ اور ممبر چندہ دہندہ کو واہب اور کمیٹی کو موہوب لہ ٹھہراویں تو اُسصورت میں پنتالیس روپیہ اور کچھ زیادہ مختلف اوقات میں بطور ہبہ دیکر سینکڑوں روپیہ دوسرے وقت میں وصول کرنا ربا فضل اور ربا نسیہ دونوں کو ثابت کرتا ہے کیونکہ ہبہ بالعوض بیع کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور شرعاً بیع کہلاتا ہے چنانچہ مسئلہ (سوم) میں ثابت ہوا۔ ازانجا کہ یہاں ہبہ روپیہ بعوض روپیہ ہے لہٰذا یہ بیع صرف قرار پاتی ہے جسمیں کمی و بیشی ربا فضل کہلاتا ہے۔ اور اودھار سے ربو نسیہ لازم آتا ہے جس کی ممانعت مسئلہ (دوم) میں ثابت ہو چکی ہے۔

چوتھی صورت اس تنبول میں یہہ فرض کیجاسکتی ہے کہ چندہ دینے والے ممبرونکو صرف امدادی چندہ کی نظر سے واہب قراردیں۔ اور تنبول لینے والے کو موہوب لہ ٹہرادیں۔ اور کمیٹی کو صرف وکیل و واسطہ ہبہ فرض کرلیں تو اسصورت میں (باوجودیکہ اسکا فرض کرنا واقعہ کے مخالف ہے یہاں لینے والا کوئی ہوتا ہے دینے والا کوئی اور بن جاتا ہے جسکا بیان صورت دوم میں گذرا) گو ربا فضل پایا نہیں جاتا۔ ہرایک ممبر سے ایک روپیہ کے بدلے ایک ایک روپیہ ملتا ہے مگر اسمیں ربا نسیہ لازم آتا ہے لینے روپیہ کا ہبہ اَور وقت میں ہوتا ہے اور اسکا بدل تنبول ایک مدت کے بعد دوسرے وقت میں پایا جاتا ہے اور اس ربا نسیہ کی ممانعت مسئلہ **دوم** میں ثابت ہوچکی ہیں۔

یہ چارون صورتیں اسوقت فرض کی جاسکتی ہیں جبکہ چندہ دینے والوں کو اُسکے عوض میں تنبول وصول ہو۔ اور وہ کسی قانونی لپیٹ میں آکر مارا نہ جائے۔ مگر یہ وصول یقینی نہیں کیونکہ بشہادت امر (دوم) ممکن ہے چندہ دینے والوں سے انجمن کی شروط وقواعد وہدایات کا خلاف ہو اور اسکی سزا و تعزیر میں انکا روپیہ ضبط ہوجائے اور حقوق تنبول وغیرہ باطل اس حالت کی نظر سے اس تنبول کی نسبت یہ پانچویں صورت بھی فرض کیجاسکتی ہے۔ کہ یہ عقد ایک قمار یا لاٹری (جسکا حکم مسئلہ پنجم میں ہوچکا ہے۔) بنجاوے۔ اور امید وصولی صدہا روپیہ کی ہو اور ہاتھ میں خاک بھی نہ آوے۔ بلکہ دیا ہوا روپیہ بھی ہاتھ سے جاوے۔

یہ تو بہ نیت حصول تنبول **چندہ والے** کے لئے اسکے **قمار یا لاٹری ہوجانے کی صورت** ہے۔ اب اسکے **مقابلہ میں انجمن** یا یوں کہو کہ باقی ممبران انجمن کے حق میں (جو صدہا روپیہ تنبول اکٹھا کرکے اس نیت سے دیتے ہیں کہ ہم بھی ایک نہ ایک دن اسیطرح علاوہ دیگر صدہا وصول کرینگے) اس کے قمار یا لاٹری ہوجانے کی صورت بیان کیجاتی ہے کہ انمیں سے بھی ہرایک کا اس سزا و تعزیر کا (جسکا بیان امر دوم میں گذرا) محل ہونا اور اسوجہ سے اُسکا تنبول سے محروم ہوجانا ممکن ہے۔ اور اگر بالفرض انمیں سے کوئی محل تعزیر و سزا ہوکر

خارج ہو تو پھر بھی ممکن ہے کہ اکثر ممبر (کیونکہ اس فنڈ میں تنبول کی درخواستوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں کی -) تنبول لیکر بحکم دفعہ ۱۴ قواعد خارج ہو جائیں - اور پھر وہ ممبر نہ بنیں - لہذا باقیماندہ ممبروں کی قلت کی وجہ سے تنبول دینے والوں کو اپنے وقت ضرورت پر اسقدر رقم وصول نہ ہو جسکی امید پر وہ تنبول دیتے رہے ہوں - چنانچہ سال حال ۱۸۹۸ء میں ایسا ہی اتفاق ہوا ہے - کہ درخواستیں شادی و تنبول کی زیادہ آگئیں - اور ممبر امید سے کم نکلے - لہذا فی کس ۲۸ - روپیہ تنبول حاصل ہوا جس سے ان ممبروں کی جو سینکڑوں کی آس و امید میں بیٹھے تھے آنکھ کھل گئی - اور بعض ارکان انجمن نے ہمارے سامنے (جبکہ ۱۸ جون ۱۸۹۸ء کو ہمکو گورداسپورہ پہنچنے کا اتفاق ہوا -) صاف یہ بات کہدی کہ واقعی یہ تنبول ایک لاٹری کا قسم ہے - اور اسی جگہ ہمنے یہ بھی سنا تھا کہ تنبول کی اسقدر کمی دیکھکر اب اسکے ممبر کم ہو گئے ہیں - جس سے ہمارے اس خیال و مقال کی پوری تصدیق ہوئی - اور یہ بھی ممکن ہو کہ جائز یا ناجائز وجوہات سے فنڈ ہی ٹوٹ جائے - اور کسی تنبول دینے والے کو کچھ بھی وصول نہو

بہرحال اس فنڈ کا ہر ایک ممبر تنبول دینے والا ہو خواہ لینے والا معرض خطرہ اور خوف تردد میں ہو کہ دیکھئے صرف ۵ کی بدلے اڑھائی سو ملتا ہے یا صرف ۳۵ بھی نہیں ملتے جاتے ہیں اور یہی حقیقت و تعریف قمار ہے جیسا کہ مسئلہ (پنجم) میں بیان ہوا ہے -

جواب استفتاء انجمن معین المسلمین لاہور

اس انجمن کا یہ دعویٰ ہے کہ اسکو دوسری اس قسم کی اسلامی انجمنوں پر ۱۲ وجہ سے فضیلت و فوقیت ہے - از انجملہ اسکی دوم - سوم - و ہفتم وجوہات یہ ہیں :-

(۲) سوائے اس انجمن کے ہندوستان بھر میں اور کوئی انجمن قرضہ اتارنے حج کرنے جائیداد خریدنے وغیرہ دیگر ضروریات کیلئے روپیہ نہیں دیتی - (۳) سوائے اس انجمن کے آجتک کسی دیسی اسلامی انجمن نے ممبروں کو پنشن (وظیفہ) دینے کا کوئی ڈھنگ نہیں نکالا - (۷) امداد طلب درخواستوں کی تعداد کسی انجمن نے سوچ سمجھکر مقرر نہیں کی کسی انجمن نے تو یہ شرط لگا دی کہ فی ماہ چار سے زیادہ درخواستیں منظور نہیں کیجاوینگی جس سے کل ممبروں کو وقت پر روپیہ ملنا سخت مشکل ہو گیا اور چونکہ اس حساب سے سال بھر میں صرف (۴۸) ممبر مدد لے سکتے ہیں اسلئے (۵۰۰) ممبروں کیلئے (۱۰) سال چاہئیں حالانکہ آجکل بحساب اوسط (۳۰) سال زیادہ کوئی بھی جی نہیں سکتا - اور کسی انجمن نے کوئی حد ہی نہیں ٹھرائی بلکہ یہ لکھدیا کہ فلاں تاریخ تک جسقدر درخواستیں آوینگی

منظور کیجاویگی کسقدر دہوکا ہی کہ ایکطرف تو ہزار ونکی امید دلائی جاتی ہی اور دوسریطرف ایسی کارروائی کیجاتی ہی کہ سو بھی پلے نہیں پڑتے فرض کرو (۵۰۰) نمبر موجود ہین اور تاریخ مقررہ تک (۶) ڈہہ تھین یا اس سے بھی زیادہ آگئین تو فی کس بشکل نو بھی ملے اب فرمائیے کہ فائدہ کیا ہوا اگر اس انجمن کے بیدار مغز کارکنوں نے دونو پہلو سوچکر وہ وہ طریق اختیار کیا جس سے یہ دو نو نقص دور ہو گئے دیکھو قاعدہ (۷۲)

مگر غور سے دیکھا جائے تو یہ انجمن بھی دہوکہ کا محل یا اُسکا موجب ہونے مین دوسری اس قسم کی انجمنون سے کم نہیں ہے۔ چنانچہ بضمن امر سوم امور مندرجہ قواعد انجمن ظاہر کیا جائیگا انشاء اللہ تعالی اور گناہ کے نمبروں میں اوروں سے بڑہ گئی ہی اور اور انجمنیں تو صرف شادی مرگ پر ربا یا قمار کے معاملات کی مجوز ہیں یہ انجمن علاوہ بر آن حج بھی (جو ایک عبادت ہے) مال ربا سے تجویز کرتی ہی۔ اور اس رباد سے عمر بسر کرنی یعنے پنشن لینی بھی تجویز کرچکی ہے۔ اس انجمن نے علماء سے استفتا پیچھے کیا۔ مگر پہلے ان سب معاملات کو اپنی تجویز سے جائز کرلیا۔ +

اس انجمن کے سوال کا جو صفحہ ۵۰۶ میں بلفظہ منقول ہوا ہے حاصل یہ ہے کہ چند صد یا ہزار آدمیوں نے باہم معاہدہ کیا کہ ہم میں سے جس شخص کے ہاں شادی ہوگی ہم سب اُس کو ایک خاص رقم (یعنے فی کس ایک روپیہ) بطور تنبول دینگے۔ پہر انمیں سے ایک شخص جس نے اس معاہدہ کے موافق ہنوز چار یا پانچ اشخاص ممبران کو صرف چار یا پانچ روپیہ دیئے ہیں۔ اپنی شادی کے موقع پر ہزار ممبران انجمن سے ایک ہزار لیتا ہے اُسکے وہ چار یا پانچ روپیہ بطور احسان ہیں۔ یا قرض۔ اور چار یا پانچ روپیہ احسان یا قرض کے بدلے اسکو ایک ہزار روپیہ لینا جائز ہے۔ یا نہیں۔؟

اس سوال کے ساتھ جو پرچہ قواعد انجمن آیا اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال ناتمام ہے۔ اسمیں یہ لکہنا بھول یا چھوٹ گیا ہے یا یوں کہو کہ وہ انڈرسٹڈ (یعنے مفہوم ہوتا) تھا۔ اسلئے عمداً چھوڑا گیا ہے۔ کہ تنبول دینے کے معاہدہ کے ساتھ یہ بھی عہد ہوا تھا کہ جسقدر روپیہ ہم دینگے۔ اسکے عوض میں اس سے ہزار درجہ یا سو درجہ بڑہ کر یا برابر کا برابر لینگے۔ بلا عوض کچھ نہ دینگے،، سوال کی صورت واقعی یہی ہے اور عوض لینا بھی اس معاہدہ میں

داخل ہی تو پہر اسکا حکم شرعی بیان ماسبق سے صاف ظاہر ہے کہ یہ معاہدہ شرعاً کسی صورت سے جائز نہیں ہے۔ پہلی صورت قرض کی فرض کیجائے تو جائز نہیں۔ اور اس میں پانچ روپیہ دیکر ایک ہزار لینا صاف سود قرض ہے۔ اور اگر بلحاظ فرادی فرادی ممبروں کے دوسری صورت (ایک روپیہ قرض کے بدلے ایک روپیہ لیا جانا) فرض کی جائے تو (باوجودیکہ اس صورت کا فرض کرنا خلاف واقعہ ہے خصوصاً اس انجمن کے اصول میں جس نے اپنے قواعد کی دفعہ ۴۵ میں صاف کہدیا ہے "کہ جو روپیہ بطور تنبول ممبر کو دیا جاتا ہے وہ بنظر امداد انجمن کی طرف سے دیا جاتا ہے"۔) وہ شروط کے سبب ناجائز ہو جاتا ہے۔ اور اگر اسمیں تیسری صورت (اسکو ہبہ بالعوض) فرض کیا جائے تو اس نظر سے جائز نہیں کہ اسمیں پانچ روپیہ کا ہزار روپیہ سے بطور ادھار مبادلہ ہوتا ہے اور اسمیں ربا فضل اور ربا نسیہ دونو پائے جاتے ہیں۔ اور اگر اسمیں چوتھی صورت فرض کیجائے۔ (جسکا فرض کرنا خلاف واقعہ ہے۔) کہ اسمیں ہر ایک ممبر کو فرادی فرادی ایک روپیہ بعوض ایک روپیہ ہبہ ہوتا ہے۔ تو اسمیں گو ربا فضل نہ ہو مگر ربا نسیہ پھر بھی موجود ہے۔ اور اگر اسمیں پانچویں صورت کا خیال کریں اور اس انجمن کے ممبروں کے ان حالات کو دیکھیں جنمیں وہ بارتکاب تقصیرات تنبول سے محروم کئے جائیں۔ یا وہ جائز طور پر انجمن سے نکل جائیں۔ اور انکی تعداد بہت کم ہو جائے۔ یا یہ انجمن ٹوٹ ہی جائے تو اس صورت میں انجمن کا معاملہ ایک قمار یا لاٹری بن جاتا ہے۔ اس انجمن کی نسبت یہ شرعی حکم بیان ماسبق سے اسلئے ظاہر ہوتا ہے کہ اس انجمن کے اصول و قواعد سے بھی وہی پانچوں امور بلکہ کچھ اُنسے بڑھ کر ثابت ہوتے جو قواعد مسلم تنبول فنڈ گورداسپورہ سے ثابت ہوتے ہیں۔ اور وہ اس حکم کا مدار ہیں۔ لہذا یہ انجمن بھی اس حکم کا محل ہے جس حکم کا محل مسلم تنبول گورداسپورہ ہے۔

امر اول (چندہ بذمہ ممبر) **اسکی دفعات ۳۷ و ۶۰ و ۸۳ و ۸۹ و ۹۳ میں** ہے کہ ممبر اسکا بابت داخلہ و چندہ سالانہ و قیمت اسٹامپ اور دو سال کے لئے چندہ سالم

للعہ نصف عہ چہارم سے ربابت امدادی شادی فنڈ - اور دو سال کے لئے للعہ چندہ ریلیف فنڈ (امداد عام) اور ایک روپیہ فی حصہ منجملہ حصص پنشن فنڈ امر دوم (چندہ نہ دینے پاداور حکم عدولی پر محرومی) اس کی دفعہ ۴۴ و ۶۶ و ۸۹ و ۹۳ میں پایا جاتا ہے کہ جو شخص چندہ امدادی وغیرہ مطابق ۳۷-۶۰ و ۸۳ وقت مقررہ پر نہ دیگا وہ جملہ حقوق سے محروم ہوگا - اور ایسا ہی نمبر سے درخواست داخلہ نقشہ الف میں جسکے ذریعہ سے وہ ممبر ہوتا ہے - اقرار لیا جاتا ہے کہ وہ فنڈ کے کسی قاعدہ کا خلاف کریگا - تو اسکے جملہ حقوق زائل ہونگے - اور اُسکی دفعہ ۷۴ میں یہ بھی حکم لگایا گیا ہے کہ جو ممبر اپنا دیا روپیہ میعاد مقررہ سال یا دو سال سے پہلے واپس طلب کریگا - تو اسکا روپیہ ضبط اور اُسکے جملہ حقوق زائل ہونگے - امر سوم (معاوضہ چندہ اور اسکے شرط) اسکی دفعات ۶۰ و ۶۱ و ۶۴ و ۶۵ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۴ و ۷۶ و ۷۹ و ۸۴ میں ہے کہ ممبر شادی فنڈ کو فی ممبر ایک روپیہ یا ۸ یا ۴ لیکر اسکی مقرری چندہ للعہ یا عہ یا عہ رہائے مطابق دیا جائیگا - زیادہ سے زیادہ نمبر اول کو ایک ہزار تک - نمبر دوم کو پانسو تک نمبر سوم کو ڈھائی سو تک - اور اس معاوضہ لینے کی شروط یہ ہیں - (۱) میعاد شادی مقرر کرنا (۲) میعاد ختم ہونے پر سرٹیفکیٹ اور تمغہ انجمن میں واپس بھیجنا (۳) ایک سال کے پہلے درخواست امداد نہ کرنا (۴) ایک مہینے میں چار درخواستوں سے زیادہ منظور نہ کیجائے گی - ہاں بصورت گنجائش زیادہ بھی ہونگی - مگر اس گنجائش کی اس انجمن نے کوئی حد اور معنے بیان نہیں کئے - اور یہ نہیں بتایا کہ کم ازکم کس قدر روپیہ ایک درخواست والے کو دیا جائیگا - اپریل ۱۸۹۶ء میں جو اُسنے مبلغ اللعہ پانچ اشخاص میں تقسیم کیا ہے اُمیں ایک سو دو روپیہ فی کس آئی ہیں - یہی روپیہ دس بلکہ بیس اشخاص کو بھی تقسیم ہوسکتا تھا - اور ان سب کی یہیں گنجائش تھی - انجمن کا ادنے حد مقرر نہ کرنے اور گنجائش کی شرح نہ کرنے سے اس انجمن کے قواعد میں دھوکا پایا جاتا ہے سینکڑوں کے امیدوار کو دہائیاں بھی پلے نہیں پڑتیں - اور یہ اس دھوکہ سے زیادہ ہے جسکا الزام اس انجمن نے دوسری انجمنوں کو دیا ہے - (چنانچہ

بصفحہ ۲۳۰-اسکا ذکر ہوچکا ہی-) اور اسوجہ سے مسلم تنبول فنڈ گورداسپورہ کو جسنے اونسے حد مقرر کردی اور کہدیا ہو کہ وہ تنبول مقدار چندہ ممبر سے کم نہ ہوگا-اور اگر کم ہوگا تو ممبران از خود زائد چندہ دیکر پورا کردینگے-اس انجمن پر ترجیح ثابت ہوتی ہے-

امر چہارم (چندہ کا عوض نہ ملنے پر اسکا واپس نہ ملنا) اسکی دفعہ (۵۶) و ۷۹ میں ہی جنمیں لکھا ہے کہ جو ممبر امداد حاصل کرنے سے فوت ہوجائے تو اسکی جگہ اسکے وارث کو تنبول ملیگا-اگر وہ بجائے اُسکے ممبر بنا رہے اور چندہ معمولی دیتا رہے یا اسکے یتیم بچّہ کو دیا جائیگا-اگر انجمن حمایت اسلام اسکے مربّی بن جائے ورنہ اسکا چندہ واپس دیا جائیگا-

امر پنجم (وصول تنبول کے بعد ممبر سے خارج ہوجانا) ہرچند اس انجمن میں کوئی ایسی دفعہ قائم نہیں کیگئی جسکی رو سے ممبر بمجرد وصول تنبول ممبری انجمن سے خارج ہوجائے مگر وصول تنبول کے بعد اُسکا خارج ہونا آسانی سے اور بلا تاوان و تکلیف یوں ممکن ہے کہ وہ آیندہ چندہ سالانہ نہ دے یا کسی اور قاعدہ انجمن کا خلاف کرے اور بحکم دفعہ ۴۴ وغیرہ خارج کیا جائے-اس طور سے خارج ہوجانے پر اسپر واپسی تنبول وصول شدہ کی سزا نہیں لگائی گئی جیسے کہ دفعہ ۴۸ میں غلط بیانی اور دہوکھ دہی پر یہ سزا تجویز کی گئی ہے-

امور خمسہ کا تفصیل مسطورہ سے اس انجمن میں پایا یقین دلاتا ہے کہ اس انجمن کا شادی فنڈ اور ریلیف فنڈ بھی اسی حکم شرعی کا مورد و محل ہے جو مسلم تنبول فنڈ گورداسپورہ کی نسبت بیان ہوا ہے- رہا اس انجمن کا **پنشن فنڈ** سو اُسکو بھی انجمن نے تو شادی فنڈ و ریلیف فنڈ کی مانند ایک معاوضہ و تبادلہ بنا کر اُن ہی کے حکم کا مورد بنادیا ہے-اور انکے بیان و قرار کے موافق وہ کوئی صورت جواز شرعی نہیں رکھتا- ہاں اگر ممبران انجمن اس فنڈ کو عقد شراکت کی صورت میں کرنا چاہیں اور اپنی شروط فاسدہ سے اُسکو بری کرکے شرعی شروط شراکت اس میں لگاوین تو وہ عقد جائز ہوسکتا ہے-ممبران انجمن اس امر کی خواہش کرینگے تو ہم اسکی شرعی صورت اور اُسکے شروط کو بیان کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ-

شادی فنڈ انجمن خیر اندیش لاہور کے متعلق استفتاء کا جواب

اس انجمن کے قواعد و شروط بھی تقریباً وہی ہیں جو انجمن معین المسلمین لاہور کے ہیں۔ اور ان قواعد میں وہی امور خمسہ پائے جاتے ہیں۔ جو اس انجمن کے قواعد میں پائے جاتے ہیں۔

امر اوّل (چندہ بذمہ ممبر) فیس داخلہ و چندہ سالانہ قیمت سٹامپ ۸؎ ر (اسکی دفعہ ۲۲ میں ہے) علاوہ ازاں چندہ امدادی دو سال کے لئے للعہ میں دفعہ ۳۱ میں۔

امر دوم (چندہ ادا نہ کرنے یا اور حکم عدولی کرنے جملہ حقوق سے محرومی) اسکی دفعہ ۷۶ و ۷۷ میں ہے۔ اور نیز اس اقرار نامہ میں جسکی روسے ممبر داخل انجمن ہوتا ہے۔

امر سوم (چندہ کا معاوضہ اور اسکے شروط) اسکی دفعہ ۲۸ و ۵۰ میں ہے۔ کہ ہر ایک ممبر کو ایک ایک روپیہ وصول کرکے ایک ہزار روپیہ تک تنبول ملیگا۔ اس شرط سے کہ دو سال کے بعد درخواست ہو۔ (۲) تمغہ تقرری ممبری اور سارٹیفکٹ درخواست کے ساتھ واپس آوے۔ (۳) شادی سے ۶۰ یوم پہلے درخواست دفتر میں پہنچ جائے۔

امر چہارم - (ممبر کو عوض چندہ تنبول نہ ملنے پر واپسی چندہ) اسکی دفعہ ۶۹ وغیرہ میں ہے کہ اگر ممبر حصول تنبول سے پہلے فوت ہو جائے۔ اور اسکا قایم مقام اُسکا وارث نہ ہو تو اسکا صرف چندہ امدادی اُسکے وارث کو واپس دیا جائے۔ باقی چندہ سالانہ وغیرہ انجمن کا رہا۔

امر پنجم (وصولی تنبول کے بعد ممبری سے خارج ہونا) گو اس انجمن کے قواعد میں بھی درج نہیں ہے۔ مگر وہ اسکی دفعہ ۲۶ کے نوٹ سے مفہوم ہوتا ہے۔ کہ اگر وہ تنبول وصول کرنے کے بعد چندہ سالانہ سے انکار کریگا یا کوئی اور حکم عدولی کریگا تو وہ ممبری انجمن سے خارج ہوگا۔ اور اسپر کوئی تاوان بھی عائد نہ ہوگا۔ جیسا کہ جھوٹے بیان پر امداد حاصل کرنے سے بموجب دفعہ ۸۰ عائد ہوتا ہے۔

لہذا اس انجمن کی نسبت بھی وہ حکم شرعی اور وہی فتویٰ ہے۔ جو انجمن

معین المسلمین لاہور کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ اگر اُسکو قرض فرض کرلیں تو اُسکے جواز کی کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ یہ قرض اصل سے بڑھ کر وصول کیا جاتا ہے۔ اور اسمیں ناجائز شروط کا بھی انضمام ہی ہبہ فرض کریں تو بھی ہبہ جائز نہیں۔ کیونکہ ہبہ روپیہ بعوض روپیہ بیع صرف کے حکم میں ہے۔ جسمیں بڑھوتری اور ادھار دونو حرام ہیں۔ اور بعض حالات اور صور تو نمیں یہہ قمار یا لاٹری ہو جاتا ہی اگر انجمن اُسکو کسی قصور پر ممبری سے خارج کردے یا یہہ خود قواعد انجمن کا خلاف کرکے خارج ہو جائے۔

انجمن محمد محمدی برادران لاہور کے استفتا کا جواب

اس انجمن کے سوال واستفتا میں بھی وہی فروگذاشت ہوئی ہے جو انجمن معین المسلمین لاہور کے استفتا میں ہوئی ہے۔ کہ معاہدہ کے مضمون میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ جو رقم ہر ایک ممبر کسی ممبر کے فوت ہونے پر دیگا۔ وہ اس رقم کے عوض میں اور اسکے وصولی کی شرط پر ہوگی۔ جو اسکی وفات پر اُسکے وارثوں کو انجمن دیگے۔ اسی شرط معاوضہ سے یہ معاملہ شرعًا ناجائز و فاسد ہوا ہے۔ پھر اُسکی سوال میں فروگذاشت ہوئی۔ تو انجمن نے سوال ہی کیا گیا۔ اور اس سوال کے پہلے مجیب مولوی محمد حسن صاحب بھینی نے اسکا جواب دیا تو وہ جواب ہی کیا ہوا۔ شائد انجمن تو یہ کہہ سکتی ہے کہ یہ شرط معاوضہ انڈرسٹڈ (مفہوم ہوتی) ہے اسلئے ہمنے اسکا ذکر چھوڑ دیا۔ مجیب اول مولوی صاحب بھینی کیا عذر کرینگے۔؟ اور اس شرط عوض کا لحاظ فروگذاشت کرنیکا کیا جواب دینگے؟ کچھ نہ دینگے اور کبھی نہ دیکیں گے۔ انشاء اللہ تعالے۔

اس استفتاء کے جواب میں یہہ شرط معاوضہ اور چار امور اور واجب اللحاظ ہیں جن کو ہم بہ ترتیب سابق بیان کرکے اسکا جواب دیتے ہیں۔ امور مذکورہ مندرجہ قواعد انجمن ہا دیگر سے صرف امر چہارم (واپسی چندہ) کا اسمیں ذکر نہیں ہی۔

امر اوّل۔ (ممبر کے ذمہ چندہ) اس انجمن کا چندہ سالانہ داخلہ فیس سٹامپ ۱۲ہ ہے۔ اور چندہ امدادی ایک روپیہ ماہوار۔ (دفعہ ۴ و ۵ و ۶ و ۱۳۔)

امر دوم۔ (چندہ ندینے کا تاوان) تین دفعہ چندہ مانگنے اور تین مہینے تک چندہ امدادی نہ بھیجنے یا درخواست داخلہ نقشہ ب میں دروغ بیانی کرنے پر جملہ حقوق زائل ہونگے (دفعہ ۱۴ و ۲۳)۔ ۰۔

ان ہی دفعات ۱۴ و ۲۳ سے امر پنجم یعنے ممبری انجمن سے علیحدہ ہوجانا ثابت ہوتا ہے گو یہ علیحدہ ہونا حصول امداد کے بعد ہو۔

امر سوم۔ (اس چندہ کا معاوضہ اور اسکی شروط) چندہ کا معاوضہ چندہ دہندہ کو تاحین حیات کچھ نہ ملیگا۔ بعد وفات انجمن ہر ایک ممبر سے ایک روپیہ وصول کرکے اسمیں سے اپنا حق فیصدی پانچ روپیہ کاٹ کر باقی اس متوفی ممبر کے وارث کو دیگی اس قسم کے طالب کئی جمع ہوگئے۔ تو وہی روپیہ انکو بحصہ مساوی تقسیم کردیگی۔ بہر دو صورت اس روپیہ کی تعداد پانچہزار سے زیادہ نہ ہوگی جو روپیہ زیادہ وصول ہوگا وہ انجمن کا ہوگا۔ (دفعہ ۲-۵-۷-۱۳-۱۵-)

اس معاوضہ ملنے کی **ایک شرط** یہ ہے کہ اطلاع وفات ممبر ایک مہینے کے اندر انجمن میں پہنچے۔ بلا وجہ معقول اطلاع دہی نہیں ہوگی۔ تو امداد نہ ملیگی۔ (دفعہ ۴۹)

دوسری شرط یہ ہے کہ عرصہ تین مہینے کے بعد امداد ملے گی۔ (دفعہ ۴۹)

اس انجمن کے قواعد میں نمبر ۲۵ میں امداد حیات کا ذکر بھی ہوا ہے۔ مگر تمام قواعد میں اس امداد حیات کے کوئی تشریح اور حد اور شرط بیان نہیں ہوئی۔ لہذا ہم اسکی نسبت کوئی حکم شرعی بیان نہیں کرسکتے۔ صرف امداد وفات کا حکم بیان کرتے ہیں۔ اور اسی کی نسبت استفتاء میں سوال ہے۔

اس چندہ اور اسکے معاوضہ امداد کی نسبت دو صورتیں فرض کیجاسکتی ہیں۔ جو اس سوال استفتاء میں درج ہیں۔ باقیماندہ دو صورتیں جو دوسری انجمنوں کی نسبت فرض کیگئی تھیں (یعنے فرادی فرادی ممبروں سے معاملہ قرض یا معاملہ ہبہ فرض کرنا اسلئے فرض نہیں کیجاسکتیں کہ اسمیں چندہ دینے والے زندہ ممبر کا چندہ لینے والے متوفی ممبر یا اُسکے وارثوں سے نہ ہبہ کا معاملہ ہوسکتا ہو

نہ قرض کا۔ متوفی سے اسلئے نہیں ہوسکتا کہ بعد موت وہ اس معاملہ ہبہ یا قرض کا اہل نہیں رہتا اسکے وارثوں سے اسلئے کہ وہ ممبر نہیں ہیں تو لہذا اسمیں چندہ دہندہ زندہ ممبر اور انجمن ہی سے معاملہ ہوسکتا ہے جسکی حسب بیان سوال دو صورتیں ہیں۔

اوّل صورت یہ کہ یہ ہبہ ہو اسمیں چندہ دہندہ واہب ہو۔ اور انجمن موہوب لہ۔ اور داخلہ و چندہ سالانہ و امدادی مال موہوب۔ اور اسکا بدل جو وفات ممبر کے بعد اسکے وارث کو ملتا ہے۔ عوض ہبہ یہ صورت شرعاً ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ روپیہ کا ہبہ روپیہ کے عوض میں ہے جسمیں ادھار۔ اور بڑہوتری دونو پائے جاتے ہیں جو بالاتفاق حرام ہیں۔ چنانچہ مسئلہ دوم ثابت ہوچکا ہے۔

دوسری صورت کہ یا اس معاملہ کو قرض قرار دیں چندہ دہندہ دائن۔ اور انجمن مدیون اور چندہ زر قرض۔ اور اسکے عوض میں جو وارثان دائن کو امداد ملتی ہے وہ عوض قرض یہ صورت بھی یہاں ناجائز ہے۔ کیونکہ اسمیں دس پانچ کے بدلے سینکڑوں روپیہ دیا جاتا ہے جو کھلم کھلا سود قرض ہے۔ اور اسکا حکم مسئلہ اول میں بیان ہوچکا ہے۔

اس معاملہ میں تیسری صورت جو دوسری انجمنوں میں پانچویں صورت بنی تھی) قمار یا لاٹری کی بھی متصور ہے۔ گو وہ ایک ہی جانب (چندہ دہندہ کے حق میں) ہے۔ نہ انجمن کے حق میں وہ یہ ہے کہ چندہ دہندہ سے کسی موقعہ پر چندہ سالانہ یا امدادی ارسال کرنے میں قصور ہوجائے اور اسکی سزا میں وہ اپنے حقوق سے محروم کیا جائے۔ اسصورت میں اس معاملہ کے قمار یا لاٹری ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ دس یا پانچ روپیہ اُسنے اس نیت سے دئیے تھے کہ میرے مرنے کے بعد میرے وارثوں کو اسکے بدلے صدہا ملینگے۔ اور اس قصور سے وہ دس یا پانچ بھی ہاتھ سے گئے۔ اور چونکہ اس انجمن نے درخواست امداد وفات کو کسی عدد میں محصور نہیں کیا۔ بلکہ اسکی دفعہ ۵ و ۱۵ میں اسکی توسیع کی گئی ہے۔ لہذا ممکن ہے کہ موجودہ ممبروں کی تعداد سے زیادہ درخواستیں آویں۔ اسصورت میں باوجود ممبر رہنے اور صدور قصور سے سزایاب ہوچکے

کے اپنے دیئے ہوئے روپیہ کم روپیہ ملے مثلاً دیئے ہوں چار سال میں اٹھالیس روپیہ ۔ اور ملیں صرف آٹھ روپیہ جو بعینہ لاٹری و قمار کی ایک صورت ہے ۔ اور اگر اختیاری یا غیر اسباب سے انجمن ہی ٹوٹ جائے تو سبھی لوگوں کے روپے بلا قصور ہاتھ سے گئے ۔ اس انجمن نے اپنی قواعد میں جائز طور پر واپسی روپیہ کا کوئی قاعدہ نہیں رکھا جس سے قمار یا لاٹری کا مظنہ پختہ ہو گیا مسلمان ان باتوں کو سوچیں ۔ اور بطمع خام مال کثیر آپنے دئے ہوئے تھوڑی روپیہ کو معرض ہلاکت میں نہ ڈالیں ۔

یہ استفتاء انجمن محمدی برادران کا جواب ہے ۔ اب ہم اس سوال کے پہلے جواب کی طرف (جو ہمارے جواب کا مخالف ہے) اور وہ صفحہ ۹۰ وغیرہ میں منقول ہوا ۔ توجہ کرتے ہیں اور اس جواب کے مجیب مولوی صاحب بمبئی سے مخاطب ہوتے ہیں ۔

وہ جواب من اولہ الٰی آخرہ غلط ہے ۔ اسکا ایک فقرہ ایک جملہ صحیح نہیں ہے ۔ مجیب صاحب (مولوی محمد حسن) نے نہ صورت واقعہ سوال کو سمجھا ہے اور نہ اسکا جواب صحیح مطابق واقعہ دیا ۔

یہ امر ہم اس جواب کی ذیل میں (جہاں اُسکو نقل کر چکے ہیں) چند نوٹوں کے ضمن میں جتلا چکے ہیں ۔ اس مقام میں اسی اجمال کی تفصیل کرتے ہیں ۔ و باللہ التوفیق ۔

اولاً ۔ آپنے سوال کی فروگذاشت کو نہیں سمجھا ۔ اور اس غلط سوال کو فتوے میں بلا نکتہ چینی نقل کر دیا ۔ اور اُسی غلط سوال کے مطابق جواب دہر گھسیٹا ۔ اس سوال میں شرط معاوضہ کو ذکر نہیں کیا ۔ آپ نے بھی پرچہ قواعد انجمن کو جو ہم لفِ سوال خدمت میں پہنچا تا تھا ۔ بغور ملاحظہ فرما کر اس شرط کا لحاظ نہ کیا ۔ اور اس معاملہ کو تبرع و احسان محض بنا دیا ۔ خود دہوکہ کھایا ۔ اور اپنے مستفتیوں خصوصاً اپنے مخدوم **قاضی ظفر الدین** صاحب کو دہوکہ دیا ۔ (قاضی ظفر الدین صاحب مدرس یونی ورسٹی کالج لاہور ہمارے پرانے دوست اور اہل تعلق ہو کر ہمکو چھوڑ کر آپ سے مستفتے ہوئے باوجودیکہ دو دفعہ لاہور میں (دوکان ملک ہیرا صاحب پر ۔ اور مکان

میر ممتاز علی صاحب مہتمم مطبع رفاہ عام پر) ہمنے اپنے رائے کا اُن پر اظہار بھی کردیا تھا۔ اور اُنکی رائے کا تخطیہ[1] کر کے انکو کہدیا تھا کہ ایسے فنڈوں میں شراکت کے جواز پر کچھ دلایل وہ رکھتے ہیں تو انکو ہمارے پاس پیش کر کے انکا جواب ہمسے لیں۔ اُنہوں نے ہماری جگہ مولوی محمد حسن صاحب کیطرف رجوع کیا۔ جبکا صلہ یہ پایا۔

پھر آپ (۲) فرماتے ہیں "چندہ مذکور ہدیہ واحسان ہے۔ میرے خیال ناقص میں اسپر کوئی بحث نہیں ہوسکتی۔ کہ یہ چندہ کیوں ہدیہ ہے۔ کیونکہ عرف عام میں ہدیہ کا معنے جو مشہور ہے وہ اسپر ناطق ہے"۔

آپ کے اس فقرہ پر جو دوسرا نوٹ ہمنے بصفحہ (۸) رسالہ کیا ہے۔ وہ بہت درست ہے جس شخص کی کتب فقہ میں نظر ہو اس سے کبھی ممکن ومتوقع نہیں کہ وہ احکام فقہیہ شرعیہ کو صرف محاورات عرفیہ اور عوام کی بول وچال سے ثابت کرے۔ اور پھر دعوے کرے کہ یہ امر طی شدہ ہے۔ محل بحث نہیں۔ اس سوال میں صرف یہی امر بحث طلب تھا جسکو اپنے عرف عام کے سپرد کیا اور اسکے سمجھنے میں فقہ کیطرف رجوع نہ کیا۔ اجی جناب یہ ہدیہ واحسان نہیں یہ تو ہبہ بالعوض ہے جو بیع کھلاتا ہے۔ یا قرض یا لاٹری کی صورت ہے۔ ہمارا فتوے ملاحظہ ہو۔

پھر آپ (۳) فرماتے ہیں۔ ہاں البتہ یہ امر قابل بحث ہے کہ ایسا ہدیہ جسکے دینے سے ہدیہ دینے والے کو زیادہ لینے کی امید ہو کیونکر جایز ہے۔ اسکے تصفیہ کرنے کے واسطے کتاب اللہ سے اسوقت دو آیتیں میرے حافظہ میں ہیں۔ (۱) آیت سورہ روم وما اٰتیتم من ربا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ۔ (۲) آیت سورہ مدثر۔ ولا تمنن تستکثر+ اس فقرہ کے متعلق بھی جو کچھ تیسرے نوٹ میں کہا گیا ہے بہت درست ہے۔

---

[1] جن الفاظ سے انکا تخطیہ کیا گیا تھا۔ ان الفاظ کا نقل کرنا یہاں ضروری نہیں۔ قاضی صاحب کو وہ الفاظ یاد ہونگے۔ قاضی صاحب بھول گئے ہوں اور یاد دلانا چاہینگے تو ہم وہ الفاظ بیان کرینگے۔ وہ الفاظ لطف سے خالی نہیں ہیں۔

آپ کے حافظے نے آپکو ہدیہ و ہبہ کی تعریف بھلادی - اور یہ بات آپ کے خیال اور سمجھ میں نہ آئی کہ صورت واقعہ سوال میں تو اس تنبول کا عوض لینا شرط ٹھرایا گیا ہے جسکی نظر سے یہ تنبول ہبہ و ہدیہ نہیں رہتا - بلکہ بیع ہو جاتا ہے - یا قرض اور اس معاملہ کی بیع یا قرض ہونے کی صورت میں بہت سی آیات محرمہ ربا و احادیث و اقوال فقہا اس معاملہ کے ناجائز ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں - پھر ہم کیوں کہہ رہے ہیں کہ اس معاملہ میں زیادہ ملنے کی صرف امید ہے یعنے شرط نہیں - اور اُسکے تصفیہ کے لئے یہی دو آیتیں دلیل ہیں -

پھر آپ (۴) فرماتے ہیں مفسرین بالاتفاق اس کی (یعنے آیت سورہ روم) کی تفسیر میں یہی لکھتے ہین - کہ وہ ہدیہ جسکے عوض میں زیادت کی امید ہو حلال ہے - پھر آپ نے معالم سے نقل کیا ہے کہ اکثر مفسرین اس ہدیہ کو حلال کہتے ہیں - اور فتح البیان سے نقل کیا ہے کہ یہ ایک جماعت مفسرین کا قول ہے - اور عکرمہ تابعی کا قول ہے - کہ ربا دو قسم ہوتا ہے - ربا حلال اور ربا حرام اور یہ ہدیہ ربا حلال ہے - اور دوسری آیت کی تفسیر میں فتح البیان سے ضحاک تابعی کا قول نقل کیا ہے کہ زیادتی کی نیت سے احسان کرنا صرف آنحضرت پر حرام تھا - کیونکہ آپ اشرف آداب و اجل اخلاق سے مامور تھے - امت کیلئے حلال ہے "

حضرات ناظرین - آپ صاحبوں نے فتویٰ میں ملاحظہ فرمالیا ہے - کہ اُس معاملہ کے ناجائز ہونے پر ہمنے آیت سورہ روم یا سورہ مدثر سے استدلال نہیں کیا - اور جو حکم اس معاملہ کا ہمنے بیان کیا ہے وہ ان آیات سے استدلال پر موقوف نہیں - کیونکہ ہمارے نزدیک یہ معاملہ ہبہ بالعوض ہے - یا قرض ہے مشروط بشرائط ناجائز یا قمار و لاٹری اور اسکا عدم جواز آیات قرآنیہ محرمہ ربو و احادیث نبویہ و اقوال فقہیہ سے ایسا ثابت کر دیا ہے - کہ اسمیں کسی کو مجال دم زنی نہیں ہے - لہذا ہمکو کوئی حاجت و ضرورت نہیں ہے کہ آیت سورہ روم و سورہ مدثر سے اس معاملہ کا عدم جواز ثابت کریں - اور جو مولوی محمد حسن صاحب نے ان آیات سے جواز نکالا ہے اسکا جواب دیں ولیکن چونکہ مولوی محمد حسن صاحب نے ان آیات اور انکی تفسیر

کے متعلق سخت غلط بیانی کی ہے اور اُنکے بیان میں کمال درجہ کی دہوکہ دہی پائی جاتی ہے۔ اور ان آیات کا مطلب بیان کرنے میں اُنہوں نے اپنے مذہب حنفی کا بھی خلاف کیا۔ اور بلاضرورت و بلادلیل بعض شافعی وغیرہ علما کی تقلید کو اختیار کیا ہے۔ لہذا ہمارا فرض ہو کہ اُنکے دہوکہ دہی اور غلط بیانی کا اظہار کریں اور ان آیات کی صحیح تفسیر جو حنفی مذہب کے مطابق ہے۔ اپنے جملہ ناظرین خصوصاً حنفی مذہب کے تابعین کو سناوین۔ اور مولوی صاحب کی دہوکہ دہی سے اون کو بچاوین۔

مولویصاحب کا یہ دعوے کہ مفسرین بالاتفاق یہی لکھتے ہیں۔ کہ وہ ہدیہ جسکے عوض میں زیادت کی امید ہو حلال ہے۔ دو غلط گوئیوں پر مشتمل ہی جو لفظ **بالاتفاق** اور لفظ **یہی** کہہ کر آپنے کی ہیں۔ جنکا دوسرے عنوان سے یوں بیان ہو سکتا ہے (۱) ہمقدمہ کے جواز میں مفسرین کا اختلاف نہیں۔ (۲) اس جواز کے سواء تمام تفسیروں میں اور کچھ نہیں لکھا۔ اور یہ دونو باتیں ایسی غلط و خلاف واقعہ ہیں کہ اُن ہی کی تمسک بہا عبارات سے انکا غلط ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ تفسیر معالم کا لفظ **اکثر المفسرین** خود بتا رہا ہے کہ بعض مفسرین اکثر کے برخلاف عدم جواز کے قائل ہیں۔ ایسا ہی فتح البیان کا لفظ جماعت مفسرین اس اختلاف کی طرف مشعر ہے۔ علاوہ بریں **تفسیر بیضاوی** اور **تفسیر کبیر** میں صریح الفاظ کے ساتھ بھی اس ہدیہ کے جواز میں اختلاف ظاہر کیا ہے۔ ہم اسمقام میں ان آیات کا مطلب صحیح بیان کر کے اُسکی تائید میں تفسیر بیضاوی و تفسیر کبیر سے اختلاف نقل کرتے ہیں اور اُسکے ساتھ یہ بھی بیان کرینگے کہ حنفی مذہب (جس کی پابندی و تقلید کا مولویصاحب کو زبانی دعوے ہے) بہی اس مطلب کے مطابق و موافق ہے جو ہمنے بیان کیا ہے۔ اور اُسکے برخلاف مطلب کا جو دوسرے مفسرین نے بیان کیا ہے مخالف ہے۔ مولوی محمد حسن صاحب نے ان مفسرین کی تقلید میں اپنے مذہب حنفی کا خلاف کیا ہے۔

سورہ روم میں ارشاد ہوا ہے کہ جو تم بیاج (کے طور پر) دیتے ہو تا کہ وہ (بیاج) لوگوں کے مال میں بڑہے۔ سو اللہ کے

وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس

فلا یربوا عند اللہ (روم ع ۴)

وما آتیتم من ربا۔ زیادہ محرمۃ فی المعاملۃ او عطیۃ یتوقع بہا مزید مکافاۃ فلا یربوا عند اللہ فلا یزکو عندہ ولا یبارک فیہ (بیضاوی ص ۱۶۰ ج ۲)

ولا تمنن تستکثر (مدثر ع ۱)

ولا تمنن تستکثر۔ ولا تعط مستکثرا نہی عن الاستغزار وھو ان یھب شیئاً فی عوض اکثر نہی تنزیہ او نہیا خاصًا بہ لقولہ علیہ السلام المستغزر یثاب من ہبتہ (بیضاوی ص ۳۹۶ ج ۲۔)

نہی تنزیہ فالنہی عام وان کان الخطاب بہ صلی اللہ علیہ وسلم وامثالہ کثیر فانہ اسلوب شائع فی القرآن وھو للمذھب فان الاوامر والنواھی تکون عامۃ و انکان الخطاب خاصًا مالم یدل دلیل علی التخصیص (حاشیہ بیضاوی ص ۳۹۶)

ہاں نہیں بڑہتا (یعنے خدا اسمیں برکت نہیں کرتا)۔ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ ناجائز بڑہوتری ہے جو معاملہ بیع یا قرض میں ہو یا وہ عطیہ جسکے بدلے زیادہ لینے کی امید رکھی ہو۔ خدا اسکو نہیں بڑہاتا اور اسمیں برکت نہیں کرتا۔ اور سورہ مدثر میں ارشاد ہے تو کسی پر اس نیت سے احسان نہ کرے کہ اُس سے زیادہ لے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اس قول سے مراد یہ ہے کہ بہت لینے کی نیت سے کچھ نہ دو۔ یہ استغزار (دہوکہ دیکر لوگونکا مال مارنا) کی ممانعت ہے جسکی صورت یہ ہے کہ کوئی چیز اسکا عوض زیادہ لینے کے لئے ہبہ کرے۔ یہ ممانعت عام مسلمانوں کے لئے نہی تنزیہی ہے۔ یا یہہ خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ممانعت ہی۔

بیضاوی کے حاشیہ میں ممانعت کو نہی تنزیہی ٹہرانے کی صورت میں یہ حکم عام ٹہرایا ہے۔ اگرچہ اس آیت میں خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی سے خطاب ہی۔ اسکی مثالیں قرآن میں بہت ہیں۔ اور یہ قرآن کا عدم دستور ہے۔ کہ اس میں خطاب خاص لوگوں سے ہوتا ہے۔ اور حکم عام ہوتا ہے اور مذہب بھی یہی ہے۔

اور تفسیر کبیر میں بھی یہی دونوں قول نقل کیے ہیں۔ اول یہ کہ یہ حکم خاص آنحضرت

والسوال الثانی ھذا النھی مختص بالرسول ام یتناول الامة ظاھر اللفظ لا یقتضی العموم وقرینة الحال لا تقتضی العموم لانه علیه السلام انما نھی عن ذلك تنزیھا لمنصب النبوة اذ ھذا المعنی غیر موجود فی الامة ومن الناس من قال ھذا المعنی فی حق الامة ھو الربا واللّٰه منع الکل من ذلك۔ السوال الثالث بتقدیر ان یکون ھذا النھی مختصا بالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم ھو نھی تحریم او تنزیه الجواب ظاھر النھی التحریم (تفسیر کبیر ص ۳۵۲ جلد ۸ ۔)

صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے۔ آنحضرت کو اس فعل سے اسلئے منع کیا گیا ہے کہ آپکا منصب نبوت اس سے منزہ رہے۔ دوسرا قول یہ کہ امت کے حق میں بھی یہ امر منع ہے۔ اور یہ اسکے حق میں ربا کہلاتا ہے۔ اور اللہ تعالے نے سب کو اس فعل سے منع کیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس فعل کی نہی بطور تحریم ہے۔

عبارت **فتح البیان** متمسکہ مولوی محمد حسن صاحب میں بھی بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اشرف آداب اور اجل اخلاق سے مامور تھے۔ اسلئے آپ پر یہ فعل حرام ہوا۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ فعل بد ہے۔ شان آنحضرت کے لائق نہیں ہے۔ پس اگر یہ فعل امت کیلئے حرام نہ ہوگا تو مکروہ و ناپسند ضرور ہوگا۔ جیساکہ بیضاوی نے کہا ہے۔ اس نقل و تفصیل سے ثابت ہوا کہ ان آیات سے جو زیادہ لینے کی امید سے ہدیہ یا احسان کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض مفسرین اسکو ایک عام حکم ٹھراتے اور اس نہی کو تنزیہی لکھتے ہیں بعض اسکو آنحضرت سے مخصوص کرتے ہیں۔ اور وہ اس نہی کو تحریمی قرار دیتے ہیں۔ امت کے لئے اسکے حلال ہونے پر مفسرین کا اتفاق نہیں ہے۔ اس سے مولوی محمد حسن صاحب کے ان دو نو دعووں کا کہ مفسرین بالاتفاق اس فعل کو حلال لکھتے ہیں۔ (۲) اور تمام تفسیروں میں بجز اسکی حلت کے کچھ نہیں لکھا۔ غلط و خلاف واقعہ ہونا ثابت ہوا۔

اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ اور علماء حنفیہ نے ان آیات کا مطلب کیا سمجھا ہے۔ اور اس ہدیہ کی نسبت جسکا مطلق عوض لینا (چہ جائے زیادہ) مقصود ہو۔ انہوں نے کیا فرمایا ہے۔

اسی **تفسیر فتح البیان** میں (جسکی عبارت سے مولوی محمد حسن صاحب نے استشہاد کرکے آیت سورہ روم سے حلت ہدیہ مذکور نکالی ہے) اس آیت سورہ روم کی تفسیر میں لکھا ہے

قال المہلب اختلف العلماء فیمن وھب ھبتہ یطلب بہا الثواب فقال مالک ینظر فیہ فان کان مثلہ ممن یطلب الثواب من الموھوب لہ فلہ مثل ذلک مثل ھبۃ الفقیر للغنی۔ و ھبۃ الخادم للمخدوم وھبۃ الرجل لامیرہ وھو احد قول الشافعی رح۔ و قال ابو حنیفہ رح لا یکون لہ ثواب ان لم یشترط وھو قول الشافعی الآخر (فتح البیان ص ۳۹)

مہلب نے کہا ہے اس شخص کے ہبہ کی نسبت جو اپنے ہبہ سے اُسکا عوض لینا چاہیئے۔ علماء کا اختلاف ہے امام مالک فرماتے ہیں ہدیہ کو دیکھنا چاہیئے اگر وہ ایسے شخص کی طرف سے ہے کہ ایسے لوگ اپنے ہدیہ سے اُسکا بدلہ لینا ہے چاہتے ہیں۔ جیسے فقیر کا ہدیہ غنی کو یا خادم کا ہدیہ اُس کے مخدوم کے لئے۔ یا کسی آدمی کا ہدیہ اس کے امیر کے حضور میں تو اُسکو ویسا ہی بدلہ ملنا چاہیئے اور یہی امام شافعی کا قول ہے **امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں** کہ اگر ہدیہ دینے والے نے عوض لینے کی شرط بوقت ہدیہ نہیں کی تو اُسکو بدلہ لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور یہی امام شافعی کا آخری قول ہے۔" (عوض و بدلہ لینے کی شرط ہو تو پھر وہ (حنفی مذہب میں) بیع ہے۔ جس کا حکم سابقاً بیان ہو چکا ہے۔

عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبل الھدیۃ ویثیب علیہا رواہ البخاری۔ والمراد بالثواب المجازاۃ و اقلہ ما یساوی قیمۃ الھدیۃ ۔ ۔ وقد

نیل الاوطار میں یہ حدیث حضرت عائشہ سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے اور اسکا بدلہ دیتے پھر اُس بدلہ کی یہہ تشریح کی ہے کہ وہ قیمت ہدیہ سے

استدل بعض المالکیۃ بھذا الحدیث علی
وجوب المکافاۃ علی الھدیۃ اذا اطلق
المھدی وکان ممن یطلب الثواب کالفقیر
للغنی بخلاف ما یھبہ الاعلی للادنی ووجہ
الدلالۃ منہ مواظبتہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن
حیث المعنی ان الذی اھدی قصد ان
یعطی اکثر مما اھدی فلا اقل ان یعاوض
بنظیر ھدیتہ وبہ قال الشافعی رح فی القدیم
والھادویۃ ویجاب بان مجرد الفعل
لا یدل علی الوجوب ولو وقعت المواظبۃ
کما تقرر فی الاصول وذھبت الحنفیۃ
والشافعی فی الجدید الی ان الھبۃ للثواب
باطلۃ لا تنعقد لانہ بیع مجھول ولان
موضع الھبۃ التبرع + + + وقد
کان بعض اھل العلم والفضل یمتنع ھو
واصحابہ من قبول الھدیۃ من احد اصلاً
لا من صدیق ولا من قریب ولا غیرھما
وذلک لفساد النیات فی ھذا الزمان
حکی ذلک ابن رسلان (نیل الاوطار
صفحہ ۳۴ جلد ۵-)

کم نہ ہو- یعنے زیادہ ہو تو ہو- اور پھر کہا ہے
اس حدیث سے بعضے مالکی علماء نے اثبات
پر استدلال کیا ہے- کہ ہدیہ کا بدلہ دینا واجب
ہے- جب ہدیہ دینے والا کچھ بے قید بولا ہو
اور وہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے ہدیہ سے
بدلہ لینے کی نیت رکھتے ہیں- جیسے فقیر جو غنی کو
کچھ ہدیہ دے- بخلاف اس صورت کے
کہ اعلےٰ شخص ادنےٰ کو کچھ بخشے اس استدلال
کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
ہمیشہ ایسا ہی کیا ہے- کہ جسنے انکو ہدیہ دیا انکو
آپ نے بدلہ دیا- اور ایسا ہدیہ دینے والے کی
حالت بھی یہی کہ رہی ہے کہ وہ زیادہ لینے
کی نیت سے ہدیہ دیتا ہے- لہذا ضروری ہے
کہ اسکو قیمت ہدیہ سے کم نہ دیا جائے- اس
بات کے امام شافعی پرانے قول میں قائل
تھے- مگر حنفیہ قایل نہیں- اور اسی قول کے
امام شافعی آخر قایل ہو گئے- کہ بدلہ کی نیت
سے ہبہ باطل ہے- اور وہ درست ہی نہیں
ہوتا- کیونکہ وہ ایک مجہول و نامعلوم بیع ہے
اور نیز ہبہ محل تبرع و احسان ہے نہ محل مبادلہ

پھر نیل الاوطار میں کہا ہے- کہ بعض اہل علم و صاحب فضل اور انکے صحبتی کسی کا ہدیہ

قبول نہ کرتے نہ دوست کا نہ قرابتی کا - اور نہ کسی اور کا - کیونکہ اس زمانہ (جسمیں وہ تھے) کے لوگوں کی نیت فاسد (لینے عوض لینے کے) ہوتی ہے - ایساہی ابن رسلان نے نقل کیا ہے -

ان عبارات میں صاف صریح ہے کہ امام ابوحنیفہ اور انکے اتباع وغیرہ علماء اس ہدیہ کو جسکا عوض لینا مقصود ہو جایز نہیں رکھتے اور اُسکے عوض کو حلال نہیں سمجھتے - اور وہ ان آیات قرآن کا وہی مطلب سمجھے جو ہمنے بیان کیا ہے - اور اُنکے ظاہری الفاظ سے ثابت ہوتا ہے -

مولوی محمد حسن صاحب نے ان اکابر مذہب حنفیہ کے اقوال کو چھوڑ کر بعض شافعی مفسرین اور عکرمہ ضحاک وغیرہ تابعین کی تقلید اختیار کر کے اس ہدیہ کو جسکے بدلہ زیادہ لینا مقصود ہو حلال کہا ہے - اور آیات قرآن کا جنسے اس ہدیہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے) صرف ان ہی علماء کی تقلید بلا دلیل سے مطلب بگاڑ کر بیان کیا ہے - اور اپنے مذہب کا صریح خلاف کیا ہے -+

مولوی محمد حسن صاحب نے اتنا نہ سوچا کہ ہم حنفی المذہب کہلاتے ہیں - پھر صرف ان شافعیوں یا بعض تابعیوں کی تقلید سے اس ہدیہ کو جو زیادہ لینے کی نیت سے دیا جاوی - باوجود اسکو ربا تسلیم کرنے کے کس دلیل سے حلال کہتے ہیں - اور ربا کی تقسیم دو قسموں (رباء حلال و رباء حرام) میں کس دلیل سے کرتے ہیں - اور اس ہدیہ کو حلال کہنے سے اپنے امام مذہب کی تقلید کیوں چھوڑے جاتے ہیں -+

افسوس مولوی صاحب نے اس فتوے کے پانچ صفحوں میں نہ تو کہیں حنفی مذہب کے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ یا انکے اتباع علماء کا کوئی قول پیش کیا - اور نہ کسی کتاب فقہ مذہب حنفی کا کوئی حوالہ دیا آیات قرآن سے اجتہاد کیا تو اسمیں شافعی علماء کی تقلید سے اپنے اصول مذہب حنفی کا خلاف کر کے آیات کا مطلب بگاڑا - احادیث سے استدلال کیا تو اسمیں اصل معانی احادیث کا خلاف کیا - اور صرف اپنی نافہمی کا اظہار کیا جسکا بیان و ثبوت عنقریب آتا ہے - اس استدلال میں بھی حنفی مذہب کو خیرباد کہا پھر بھی آپ حنفیوں کے بھائی حنفی اور اُنکے مفتی بنے ہوئے ہیں تعجب ہے اور کمال تعجب ہے -

پھر آپ (۵) فرماتے ہیں کہ تحقیقی نگاہ سے دیکھا جاوے تو اسکا مطلب اُسکے بغیر کچھ ہو بھی نہیں سکتا۔ کہ عنداللہ ثواب اخروی مراد ہے۔

یہ بھی غلط اور محض غلط چنانچہ پانچویں نوٹ میں معروض ہوا۔ اس آیت کا یہ مطلب کیوں نہیں ہو سکتا کہ وہ مال ربو ہے۔ خداتعالے اسمیں برکت نہیں دیگا۔ یعنے دنیا میں بھی اسمیں برکت نہ کریگا جیسے وہ آخرت میں موجب مواخذہ ہوگا چنانچہ بیضاوی وغیرہ سے نقل ہوچکا ہے۔

پھر آپ (۶) فرماتے ہیں۔ کشاف معالم وغیرہ میں بھی یہی مطلب ہے۔

اسپر جو صد ۹۹ میں نوٹ کیا گیا ہے کافی ہے۔

پھر آپ (۷) فرماتے ہیں۔ احادیث میں اگر نظر کیجائے تو بہت سے شواہد اس قسم کے پائے جاتے ہیں۔

اسپر جو ساتواں نوٹ صد ۱۰۱ میں کیا گیا ہے کافی ہے۔ علاوہ بر آں یہ گذارش بھی ضروری ہے کہ آپ نے بزعم خود آیات (انکے معنے بگاڑ کر) پیش کیں۔ اور احادیث (انکے معانی میں غلط فہمی کا اظہار کرکے) بھی دکھائیں مگر فقہ کی کوئی روایت پیش نہ کی۔ اسمیں کیا سر ہے کیا یہی کہ فقہ مذہب حنفی آپ کی رائے مخالف ہے یا کوئی اور ؟ بینوا توجروا۔

پھر آپ (۸) فرماتے ہیں۔ جاراللہ زمخشری حدیث نقل کرتا ہے۔

صاحب پہلے تو فرمایا ہوتا کہ یہ حدیث کس کتاب میں ہے۔ اور اُسکی تصحیح کس محدث امام نے کی ہے مفسرین **امثال زمخشری** کی نقل روایت حدیث بلا تخریج و تصحیح ائمہ لایق اعتماد نہیں ہے۔ یہ لوگ تو اپنی تفاسیر میں موضوعات لانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اور ایسی احادیث موضوعہ اپنی تفاسیر میں لائے ہیں۔ جنکے وضع کرنیکا وضعین نے اقرار کیا ہے۔ (رسائل اصول احادیث ملاحظہ ہوں۔)

پھر آپ یہ غور فرماتے کہ ہدیہ بالعوض نقود کا ہو تو وہ بیع صرف کے حکم میں ہے۔ اور اسمیں عوضین کا دست بدست اور بصورت ہم جنس ہونیکے برابر کا برابر ہونا باتفاق فقہ و حدیث واجب و لازم ہے۔ لہذا یہ حدیث صحیح بھی ہو تو علی الاطلاق لایق تسلیم نہیں۔ بلکہ یہ اس سے مخصوص ہے۔ جو

ربوی مال سے نہ ہو۔ جیسے ہدیہ شتر ہے جسکو معاملہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں اسکی تشریح نمبر ۹ میں ہو گئی ہے۔

پھر آپ (۹) فرماتے ہیں - ایک اعرابی نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک جوان اونٹ ہدیہ کیا اسکے عوض میں چھ اونٹ مرحمت فرمائے۔ اعرابی غصہ ہوا۔ اور اسکو تھوڑا سمجھا۔

اسپر جو نوٹ نمبر ۹ میں مجملاً معروض ہوا اُسکی تفصیل یہ ہے کہ اونٹ وغیرہ حیوانات ربوی اموال سے نہیں ہیں۔ لہذا اُنکے تبادلہ میں تفاضل باتفاق مجتہدین اور نسیہ بقول جمہور مجتہدین جائز ہے۔ (چنانچہ نیل الاوطار میں بصفحہ ۹۵ جلد ۵ نقل کیا ہے۔) اور احادیث و آثار صحیحہ میں آچکا ہے۔ کہ آنحضرت کی اجازت سے صحابہ نے بلکہ خود آنحضرت نے ایک حیوان کے بدلے کئی حیوانات دیئے ہیں۔ (نیل الاوطار ص۶۵ و ص۶۶ جلد ۵ ملاحظہ ہو۔) لہذا اگر آنحضرت نے اس اعرابی کے ہدیہ کو جو عوض کا طالب تھا۔ اور وہ چھ اونٹ لیکر بھی راضی نہوا تھا جائز رکھا۔ تو اس سے زیادہ لینے کی نیت سے روپیہ کے ہدیہ کا (جو آپکے خیال میں مقبول ہی پایا جاتا ہے۔) جواز ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ روپیہ بالاتفاق ربوی اموال سے ہے جسکا ہدیہ بالعوض بیع صرف کہلاتی ہے جسمیں تفاضل اور نسیہ دونو ناجائز ہیں۔ آپکے اونٹ پر چاندی کو قیاس کرنیسے آپ پر ٹھیک وہی مثال صادق آتی ہے جو نوٹ نمبر ۹ میں نقل ہوئی ہے۔ "چندیں مدت فتویٰ نویسی کردی ہنوز زر و شتر را نشناختی"۔

پھر آپ (۱۰) کہتے ہیں - ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جسکو کچھ ملجائے وہ بھی دے۔ یہ حدیث بہ تکید بجز بدلہ کرنا سکھاتی ہے۔ اور احسان عوض کی نیت سے سلف کرام کا معمول تھا۔

کمال افسوس کی بات ہے کہ نہ آپ حدیث کا مطلب سمجھتے ہیں اور نہ سلف صالحین کے حالات سے واقف ہیں۔ باینہمہ مفتی بن بیٹھے ہیں۔ اور کمال دلیری سے من گھڑت خیالات کو آنحضرت اور سلف صالحین کیطرف منسوب کرتے ہیں۔ اس حدیث میں تو ہدیہ لینے والے کو ہدایت ہوئی ہے کہ وہ ہدیہ کے بدلے کچھ دے اور اس حکم قرآن پر کہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان یعنے نیکی کی بدلہ نیکی ہے کرنا ہے عمل کرے۔ اسمیں ہدیہ دینے والے کو یہ اجازت نہیں دی گئی۔ کہ وہ کسی شخص پر احسان کرکے اسکے بدلے کا طالب ہو۔ اور اس آیت قرآن کا خلاف کرے۔

لا نرید منکم جزاءً ولا شکوراً۔ یعنے ہم اپنے احسان سے نہ بدلہ لینا چاہتے ہیں نہ اسکی شکر گذاری کے طالب ہیں۔ ہدیہ لینے والے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ترغیب کہ وہ اُسکا بدلہ دے۔ ایسے ہی جیسے قرضدار کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بوقت ادار قرض اصل قرض سے زیادہ دینے کی ترغیب دی ہے۔ اور یہ بات فرمائی ہے کہ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے کہ ادا قرض میں احسان

ان خیرکم احسنکم قضاءً (بخاری و مسلم)

کرنے والا ہو یعنے اسمیں زیادتی کرے۔ لئے ہوئے سے بہتر دے چنانچہ اسحدیث کی مورد نزول میں بیان ہوا ہے۔ مگر اس حکم نبوی سے کوئی شخص نہیں نکال سکتا کہ قرض خواہ کو بھی لپنے قرض سے بہتر لینا اور اس نیت سے قرض دینا جائز ہے۔ جو شخص اس شرط یا نیت سے قرض دے کہ اپنے دیئے ہوئے سے بہتر لے۔ وہ باتفاق مجتہدین وشہادت فقہ وحدیث بدکار و سود خوار کہلاتا ہے۔ ایسا ہی وہ ہدیہ دینے والا ہے۔ جو اپنے دیئے ہوئے سے بہتر لینا چاہے۔ اور اس نیت سے ہدیہ دے۔ افسوس آپنے سلف صالحین کو بھی ایسا ہی سمجھا۔ اور اس وصیت کا خلاف کیا۔ ع

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ✤ گرچہ آید در نوشتن شیر شیر

اس قول میں آپنے سلف صالحین پر محض افترا کیا ہے۔ اور اُن کو بدکار و بدنیت ٹھرایا ہے۔ اور طرفہ یہ طرہ کہ آپنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس فعل بد کا مصوب و مجوز قرار دیا۔ اور یہ سمجھ لیا ہے کہ عوض لینے کی نیت سے احسان کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود سکھایا ہے۔ اور یہ تعلیم آپ کی اس عمل سے ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے احسان کے عوض احسان کیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تو قرض کے ادا کرنے میں بھی احسان کیا۔ اور لئے ہوئے سے زیادہ دیا۔ پس اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احسان بمقابلہ ہدیہ سے احسان بہ نیت عوض کی تعلیم ثابت ہوتی ہے۔ تو چاہیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ادار قرض میں زیادتی کرنے سے قرضخواہ کو دیئے ہوئے سے زیادہ لینے کی نیت سے قرض دینا اور زیادہ لینا آپ جائز کردیں۔ اور

سود کا دروازہ اچھی طرح سے کھول دیں۔ عیاذاً باللہ من ذالک۔

پھر آپ (۱۱) کہتے ہیں۔ اس معاہدہ کو حرام کہنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آئی۔ اس کا جواب گیارہویں نوٹ میں کافی دیا گیا ہے صفحہ (۱۱) ملاحظہ ہو۔

پھر آپ (۱۲) کہتے ہیں۔ کہ ہمدردی کو حرام کہنا خدا جانے کس قاعدہ میں ہے۔ اور اگر وہم (۱۳) ہو سکتا ہے تو صرف یہ کہ ہمدردی کرنے والے کو دوسرے موقعہ پر اپنی ہمدردی مقصود ہے۔

ان باتوں کا جواب بھی کافی شافی دیا گیا ہے صد (۱۱) ملاحظہ ہو۔

پھر آپ (۱۴) لکھتے ہیں۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ جعفر کے جو شہید ہو گئے تھے اہلبیت کو کھانا کھلانا۔

اجی جناب حدیث کا مطلب آپ سمجھتے نہیں۔ پھر بار بار حدیث حدیث کیوں بولتے چلے جاتے ہیں حضرت جعفر کی وفات پر اہل بیت جعفر کو کھانا کھلانے کی ترغیب میں یہ بھی کہیں شرط یا ذکر ہے (جیسا کہ آپ کے حلال کردہ تنبول وفات میں بذریعہ رسائل و اشتہارات شرط کیا گیا ہے۔) کہ جو شخص اہل بیت جعفر کو کھانا کھلاوے وہ اپنی وفات کے بعد ویسا یا اس سے بڑھ کر اہل بیت جعفر سے یا اُن کی جگہ اُن کے وکیلوں سے اپنے وارثوں کے لئے کھانا ٹہرالے۔ اگر اسحدیث میں یہ ذکر ہے تو اُسکا پتہ دیں کہ کہاں ہے۔ اور اگر نہیں تو پھر آپ نے یوں ہی بے سمجھے بے سوچے اسحدیث سے تمسک کیوں کیا۔ اور اسحدیث کو آپکے تنبول وفات سے کیا نسبت ہے۔

پھر آپ (۱۵) بزعم خود آپنے تنبول وفات کو اسحدیث کے مضمون مطابق ٹہرا کر بڑی دلیری سے فرماتے ہیں کہ کیا حدیث منسوخ ہوگی۔

اسکا جواب بھی کافی شافی دیا گیا ہے۔ کہ حدیث منسوخ نہیں۔ آپ کی سمجھ منسوخ ہونے کے لائق ہے۔

اسمقام میں اسکی کسیقدر تفصیل کیجاتی ہے۔ آپنے اوّلاً تنبول وفات کو (جسکا عوض لینا شروط ہے۔) اس طعام آل جعفر کی (جسکا کوئی عوض دینا دی بجز ثواب آخرت مشروط ومقصود نہ تھا۔) مانند قرار دینے سے ناقہمی کا اظہار کیا۔ ثانیاً۔ اس کہنے سے کہ "تنبول وفات کے عوض میں متوفی کے وارثوں نے تنبول دہندہ کے وارثون کی دستگیری کے یہ جتایا کہ آپ صورت واقعہ سوال ہی کو نہیں سمجھے۔ اور اسکا جواب دیتے ہیں۔ اس شخص کے قول پر چلے ہیں۔ جسنے اپنے مخاطب سائل کو کہا تھا۔ کہ میں تیرا سوال تو سمجھا نہیں۔ مگر اسکے جواب کو دیتا ہوں۔ بلکہ اس شخص سے بھی بڑھ گئے ہیں کہ اپنی کلام کو بھی جو جواب میں بولے ہیں نہیں سمجھتے۔ پھر آپ حدیث کو کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔

صورت واقعہ سوال میں تنبول وفات یا چندہ دینے والے زندہ ممبر ہیں اور لینے والی انجمن جو اُنسے چندہ لیکر اپنا حصہ اسمیں سے رکھ کر باقی اپنی طرف سے متوفی ممبر کے وارثون کو دیتی ہے۔ ان وارثوں کو نہ بالاستقلال و براہ راست کچھ دینا ہوتا ہے۔ اور نہ اُنسے کچھ لینا۔ وارث تو ممبر نہیں ہوتے۔ وہ تو ممبر کے متعینہ اشخاص کہلاتے ہیں۔ جو وفات ممبر کے بعد انجمن سے (نہ کسی ممبر سے) مال لیتے ہیں اور وہ دیتے کچھ بھی نہیں جب تک کہ وہ خود ممبر نہ بنائے جاویں۔ پھر آپکا ممبر متوفی کے وارثون کو لینے اور دینے والا قرار دینا صورت واقعہ کو نہ سمجھنا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

اپنی کلام کو آپکا نہ سمجھنا یون ہے کہ قول آئیندہ میں (۱۶) آپ مجموعی ہیئت کو انجمن ٹھہرا کر اُسیکو معاہد اور چندہ لینے دینے والی کو قرار دیچکے ہیں۔ اور صاف کہہ چکے ہیں کہ "وارثوں سے تو کثرت کی امید نہیں کثرت کی امید ہے تو کثیر التعداد معاہدوں سے امید ہے" بااینہمہ آپ اس قول (۱۵) میں وارثوں کو لینے و دینے والے قرار دیتے ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی کلام کا مطلب بھی نہیں سمجھتے۔

پھر آپ (۱۶) کہتے ہیں۔ غور سے سوچا جاوے۔ الخ

غور کیجا - ادنے فکر سوچ سے آپ کام لیتے تو یہ بات قلم سے نہ نکالتے - آپنے ایک ممبر
کے اس ایک معاہدہ کو جو بوقت ممبر ہونے کے انجمن سے وہ کرتا ہے - (اسکی شرط معاوضہ
سے انکھ بند کرکے) جائز بنالیا - اور پہر اس قسم کے صدہا معاہدات کے مجموعہ کو انجمن قرار
دیکر اس دلیل سے جائز کرلیا کہ اس مجموعہ کی احاد کی حلت ثابت ہے - تو اس سے
مجموعہ کی حلت بھی ثابت ہوئی - احاد کی حلت مجموعہ کی حلت کی علت ہے - جو سراسر
غلط ہے - اور بے معنے تک بندی - **اوّلاً** انجمن مجموعہ ممبروں کا نام ہے - نہ اُسکے معاہدات
کا - آپ کی اس لفظی غلطی سے چشم پوشی کی جائے - اور آپ کے مطلب کی طرف (جو آپکے
ان الفاظ سے نہیں نکلتا -) نظر کی جائے تو ثانیاً آپکا یہ کہنا غلط ہے کہ احاد معاہدات
فرداً فرداً جائز ہیں تو انکا مجموعہ بہی جائز ہوا -

اجی جناب فرداً فرداً اُن معاہدات کو جو ہر ایک ممبر اور انجمن میں ہوتے ہیں کون
جائز کہہ سکتا ہے - جبکہ خدا تعالے - اور اُسکا رسول اور ائمہ مجتہدین بالاتفاق ان کو ناجائز
قرار دیتے ہیں - اُن معاہدات کی شرط معاوضہ نے اُنکو ناجائز کر دیا ہے - اور خدا و رسول
نے اُنکے عدم جواز کا حکم صادر کر دیا ہے - چنانچہ ہمارے جواب میں تشریح بیان ہوا آپنے
اُن معاہدات کے شرط کی طرف خیال نہیں کیا اسلیئے اُنکی حلت کا آپ کو وہم ہوگیا ہے
اور جب وہ احاد ناجائز ٹھہرے تو بقول آپکے انکا مجموعہ بہی ناجائز ہوا - اور بشہادت دلیل واصول
مقرر کردہ آپکے احاد کی عدم حلت مجموعہ کی عدم حلت کی علت ٹہرے - پہلے آپ ایک معاہدہ
کو جو ممبر اور انجمن میں ہوتا ہے کسی دلیل کتاب اللہ یا سنت یا اقوال مجتہدین امت خصوصاً
مذہب حنفی سے جائز ثابت کریں - پہر اس قسم کے مجموعہ معاہدات کی حلت کا نام لیں -
ورنہ ایسے اجتہاد سے سکوت کرنا مناسب سمجھیں - **ـــــہ**

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند ✤ از ہرچہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند
در مسئلے کہ غیر خموشی علاج نیست ✤ پر ہرزہ است تکیہ بچون و چرا کنند

پھر آپ (۱۷) نے ایک جرنیل اور وزیر کا معاہدہ نقل کیا۔ اور پھر دعوے (۱۸) کیا ہی کہ وہ معاہدہ اس معاہدہ انجمن کا ہمشکل ہے۔ اسکا جواب نوٹ نمبر ۱۷ و ۱۸ میں کافی وشافی دیا گیا ہے۔ اخیر میں آپنے اپنے اس قول نمبر ۶ اکا اعادہ کیا۔ اسکا جواب بھی قول نمبر ۱۶ کے جواب میں ادا ہوا۔ آپکا اعادہ تکرار بلا فائدہ ہے۔

اس بیان سے آپ کے فتوے کا جواب ادا ہوگیا۔ اور کوئی فقرہ کوئی جملہ اسکا صحیح باقی نہ رہا۔ اب آپ انصاف سے کام لیں۔ ہمارے فتوائے کو مان لیں۔ یا ہمارے دلائل کا جواب دیں۔ اور حنفی مذہب کے رو سے ثابت کردیں کہ یہ تنبول وفات جسکے عوض میں زیادہ لینا مشروط ہو جائز ہے ✣

فٹ نوٹ متعلق صفحہ ۴۲ ایک صورت لاٹری کی وہ بھی ہی جو حکیم امام الدین صاحب عطر فروش امرتسری نے نکالی ہی اور وہ انکی اشتہار انعام ایکسو پانچ روپیہ ایک کارڈ پر لفظ "قیصر ہند" کثرت سے لکھنے والے کیلئے مندرجہ پیسہ اخبار ۱۶ جولائی سنہ ۱۸۹۶ء وغیرہ میں مشتہر ہوئی ہی کہ جو شخص ایک روپیہ پیشگی بھیجدے اسکو ایک کارڈ ملیگا جسپر وہ لفظ مذکور کثرت سے لکھے۔ ایسا جو اول نمبر رہیگا اسکو ۵۰؎ انعام ملینگے۔ نمبر ۲ کو ۲۵؎ نمبر سوم کو ۱۵؎ نمبر چہارم کو ۱۰؎ نمبر پنجم کو ۵؎ جسکا نمبر اس سی کم رہیگا اسکا روپیہ داخل خزانہ حکیم صاحب ہوگا۔ بہت سی عقلمند اس خیال سی کہ اگر آگئے تو پچاس روپیہ یا ۲۵؎ یا ۱۵؎ یا ۱۰؎ یا ۵؎ آئینگے۔ گیا تو ایک روپیہ جائیگا۔ اس لاٹری میں شریک ہونگے۔ اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بنینگے جسکا اجر حکیم صاحب کے اور ان اخبار والونکے جنہوں نے اس اشتہار کو درج اخبار کیا ہی نامہ اعمال میں داخل ہوگا۔ افسوس مسلمانونکی ناواقفی کس حد تک پہنچگئی ہی؟ اور اقوام غیر کی تقلید انمین کیسی سرایت کرگئی ہی۔ ؟ مسلمان اخبار نویس مسلمانونکے لیڈر رہنما کہلاتے ہیں۔ مگر وہ شرعی جواز و عدم جواز کی کچھ پروا نہیں کرتے جو اشتہار کوئی اجرت دیکر چھپوانا چاہے وہ اسکو اخبار میں چھاپ دیتے ہیں۔ ✣

ملا عبد القیوم صاحب ڈپٹی کمشنر انعام ریاست حیدر آباد کی لاٹری جسکا بیان مفصل صفحہ آئندہ سے شروع ہے اسی قسم کی لاٹری ہے۔

اگر مولویصاحب ایسا نہ کریں (اور یہی اُنسے امید ہے) تو اسلامی انجمنیں خصوصاً اُنکے مستفتی (انجمن محمدی برادران لاہور) اُنکے فتوے اور ہمارے جواب کو (جو اصل سوال کا جواب ہے۔ یا جو ان کے فتوے کے ردّ میں لکھا گیا ہے) حنفی علماء وقت کے سامنے (جو نئی روشنی کی جھلک میں نہ آئے ہوئے ہوں) پیش کریں۔ پھر اگر وہ حضرات حنفی علماء ہمارے جواب کو حق اور حنفی مذہب کے مطابق قرار دیں تو وہ اسلامی انجمنیں خدا سے ڈر کر اس جواب پر کاربند ہوں۔ اور مسلمانوں کو سود خواری اور قمار بازی سے بچا دیں۔

ضمیمہ مضمون

(جس میں ایک سوال متعلق لاٹری کا جواب ہے)

اس ضمیمہ میں حسب وعدہ صـ۲۷ نمبر ۱ جلد ہذا ملا عبد القیوم صاحب ڈپٹی کمشنر انعام ریاست حیدر آباد کا استفتار فارسی بالفاظہ نقل کرکے پھر اسکا خلاصہ اُردو میں بیان کرکے بہ تفصیل شقوق مجوزہ ڈپٹی صاحب اسکا جواب دیا جاتا ہے۔

سوال

شخصے برائے کار خیرے مثل بنائے مسجد یا مدرسہ یا آشخانہ مساکین و ایتام۔ یا بیمارستانے یا کتب خانہ عموی وغیرہم من امور المصالح العمومیہ میخواہد سرمایۂ معتد بہ جمع سازد و برائے اجتماع آں این حیلہ مے تراشد کہ از ہر یکے کہ اعانت شود بنام آنہا از جملہ راس المال بر نصفے یا ثلثے کہ منقسم بحصص متساوی یا غیر مساوی باشد قرعہ مے اندازد و بخششی کہ بنام ہر کسے از معاونین کار خیر آید بد بخشد و باقی را بآں کار صرف میکند آیا از روئے شرع جمع کردن مال بدین وجہ درست خواہد بود۔ یا خیر۔ وصرف آں مال مجتمعہ بدین وجہ در آں کار خیر جائز است یا نہ و گرفتن بخشیکہ بنام ہر کسی کہ از معاونین خیر بروی قرعہ بر آمدہ باشد بدو جائز ست یا نہ و بظاہر مبادر و مباشر این عمل از این حیلہ ہم اہتمام آں کار خیر و ہم اعانت معاونین خیر نمودہ است و

مال مجتمعہ مالیت کہ برضائے کل مفدی بہ بعض آنہاست وچوں ہر یکے زمعاونین درنفس اعانت مساوی اند لابد برائے ترجیح قرعہ انداختہ وحق بعض را بر بعض راجح ساختہ کہ در تساوی حقوق برائے ترجیح ایں عمل مسنون ومشروع است وگیرندہ بخش بقرعہ برآمدہ چوں راجح بصدقہ خودش نیست کہ مالیکہ بدو رسیدہ ظاہرست کہ از دیگراں ست نہ از وے وہم نیت وقصد او را درآں دخلے نیست تا رجوع لازم آید وہم از تبدیل قبضہ صدقہ نماندہ بلکہ ہدیہ است۔ لہذا ممنوع نخواہد بود ونیز ربا نمے تواند شد زیرا کہ درآں عین مقدار تزائد وگرفتن آں ہر دو معین ولازمی میباشد بروجہ دین ومعاہدہ۔ دریںجا ہر دو نیست بلکہ محض اتفاق ست کہ گیر بیاید یا نہ۔ واگر بیاید ہم معلوم ومعین نیست کہ چہ بیاید وہیچ شئے شرط مفضی الی النزاع وفاسد نیست تا ابطال عمل لازم آید ویا محذور شرعی داشتہ باشد وہم ایں صورت میسر وقمار وازلام نیست کہ برآں حکمش مترتب گردد چنانکہ ظاہر است بلکہ ازیں عمل تحریص معاونین خیر بسہل ترو جہے صورت بندد بالجملہ اعمال ممنوع شرعیہ ہماں تواند بود کہ مفضی الی النزاع شوند یا ضرری عم از ینکہ نفسے باشد یا مالی یا عرضی بنفس خودش یا بدیگرے رسانند ویا مخالف اخلاق بودہ باشند یا مبائن مبانی نص صریح وبظاہر دریں امر ہیچ چیزے ازیں یافتہ نمے شود۔ پس جوابیکہ حاوی ایں جملہ مراتب باشد تحریر گردد۔

جواب بدیں نام ونشان لطف شود۔ گلبرگہ۔ ملا عبد القیوم ڈپٹی کمشنر انعام سمت جنوب ریاست نظام۔

اس کا خلاصہ - یہ کہ ایک شخص مسجد یا مدرسہ بنانے کے لئے لاٹری کے ذریعہ سے چندہ جمع کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ مثلاً اس مضمون کا اشتہار دیتا ہے کہ جو لوگ اس کار خیر کے لئے پانچ۔ یا دس یا پچاس روپیہ چندہ بطور ہدیہ یا صدقہ اُسکو دینگے۔ ان سب کے نام لکھکر وہ ایک صندوق میں ڈال دیگا۔ پھر انمیں سے بطور قرعہ اندازی (جو امر مسنون ہے) دس یا بیس یا پچاس اشخاص کے نام نکال کر اُن سب اشخاص کو کل جمع شدہ سرمایہ کا

نصف یا ثلث بحصہ مساوی (اگران سب کا چندہ متساوی ہوا) یا غیر مساوی (اگر بعض کا چندہ زیادہ بعض کا کم ہوا۔) حسب حیثیت اُن کے چندہ کی تقسیم کردے گا۔ اور باقی نصف یا دو ثلث اس کار خیر میں صرف کرے گا۔

ڈپٹی صاحب فرماتے ہیں کہ اسصورت کی لاٹری کی شرعی وجہ ممانعت کوئی معلوم نہیں ہوتی۔

(۱) اگر یہ خیال کیا جائے کہ اس صورت میں روپیہ دینے والے اپنے دیئے ہوئے صدقہ میں رجوع کرتے ہیں تو یہ صحیح نہیں ہے۔

اوّلاً۔ اسلئے کہ جو روپیہ کوئی لیتا ہے وہ اس کا دیا ہوا نہیں ہوتا۔ بلکہ دوسروں کا دیا ہوا ہوتا ہے۔ جو اسکے دیئے ہوئے روپیہ سے بمراتب بڑھ کر ہوتا ہے۔

ثانیاً۔ اسلئے کہ اس کی نیت اپنا صدقہ لینے کی نہیں ہوتی۔

ثالثاً۔ اسلئے کہ وہ صدقہ متصدق علیہ (لاٹری انداز) کے ہاتھ میں پہنچکر صدقہ نہیں رہتا۔ بلکہ وہ تبدیل قبضہ کی وجہ سے ہدیہ ہوتا ہے۔

(۲)۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ ربا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

اوّلاً۔ اسلئے۔ ربا قرض میں ہوتا ہے۔ (نہ ہدیہ یا صدقہ میں۔)

ثانیاً۔ اسلئے کہ ربا میں تعین مقدار و یقین حصول ضروری ہے۔ اور یہاں جو ملتا ہے محض اتفاق سے ملتا ہے۔ پہلے سے کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کچھ ملیگا یا نہ ملیگا۔ اور اگر ملے گا تو کیا ملیگا۔

(۳) اور اگر اسمیں کوئی نزاع یا جھگڑا پیدا ہونے کا خیال ہو یہ بھی صحیح نہیں ہے اس لاٹری میں کوئی نزاع پیدا نہیں ہوتی سب لوگ اتفاق کے ساتھ مان لیتے ہیں۔ کہ جنکے نام قرعہ نکلے وہی روپیہ لے لیں۔ باقی سب لوگوں نے اپنا اپنا حق اُن ہی لوگوں کو دے دیا۔ +

(۴) اسمیں صورت قمار و ازلام بھی پائی نہیں ہے - اور یہ امر ظاہر ہے -
(ڈپٹی صاحب وجہ ظہور کو بیان نہیں فرمایا - گویا اسکو بدیہی امر قرار دیا - تعجب ہے)
(۵) اسمیں کوئی اخلاقی برائی بھی نہیں ہے -
(٦) یہ نصوص صریحہ شرعیہ کی بھی مخالف نہیں (ان دونو وجوہات کو بھی ڈپٹی صاحب نے بدیہی سمجھ کر مدلل نہیں فرمایا - اور ہم کو تعجب و افسوس کرنے کا موقعہ دیا -) ڈپٹی صاحب فرماتے ہیں کہ جب ان وجوہات محرمہ سے یہ لاٹری پاک اور بری ہے - تو پھر کیوں ناجائز ہے - خصوصًا ایسی حالت میں کہ اس سے مقصود کسی کی ذاتی غرض نہ ہو - بلکہ عام کار خیر ہو -

الجواب

اوّل تو اس لاٹری میں وہ وجوہات بتمامہا پائی جاتی ہیں جنکے پائے نہ جانیکا ڈپٹی صاحب نے دعوے کیا ہے - اور ان سب وجوہات سے یہ لاٹری ناجائز ہے -
(۱) رجوع فی الصدقہ اسمیں موجود ہے - اُسکے موجود ہونے پر جو پہلی دلیل ڈپٹی صاحب نے پیش کی ہے - اسکا جواب یہ ہے کہ جو روپیہ صدقات کا آتا ہے وہ بظاہر ایک ہی جگہ رکھا جاتا ہے - یہ نہیں ہوتا کہ ہر شخص کا روپیہ ایک جدا تھیلی میں جسپر اسکا نام مکتوب ہو رکھا جاتا ہو - لہذا قرعہ کے ذریعہ سے روپیہ لینے والے جو روپیہ لیتے ہیں اپنا دیا ہوا لیتے ہیں - گو اسکے ساتھ اوروں کا دیا ہوا روپیہ بھی ملا ہوتا ہے - جس سے رجوع فے الصدقہ حلال نہیں ہو سکتا جیسے زید نے عمرو کو ایک روپیہ بطور صدقہ دیا - پھر اس سے وہ ایک روپیہ اس کے ساتھ - اور دس روپیہ ملا کر لے لئے جس کی نسبت کوئی نہیں کہ سکتا کہ وہ رجوع فی الصدقہ نہیں - اور جائز ہے - ہاں اگر ہر شخص کا روپیہ جدا جدا رکھا جائے اور ایک کو دوسرے کا روپیہ دیا جاوے تو پھر رجوع فے الصدقہ لازم نہ آئیگا - مگر ایسا وقوع میں نہیں آتا -
دوسری دلیل - ڈپٹی صاحب کا جواب یہ ہے کہ اس صدقہ دینے کے وقت

صدقہ دینے والے کی پختہ نیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے صدقہ کا بدلہ اس مجموعہ صدقات سے جس میں اس کا صدقہ بھی ملا ہوا ہوتا ہے۔ معہ شئے زائد لے لیگا۔ اگر قسمت وتقدیر (قرعہ اندازی) اس کو اس سے محروم نہ کردے۔ یہہ نیت لینے کی نہ ہو تو کوئی لاٹری میں شریک نہو۔

تیسری دلیل - ڈپٹی صاحب کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل مصدق (صدقہ دینے والے) کے لئے رجوع فی الصدقہ کے حلال ہونے پر دلیل نہیں ہوسکتی۔ ہاں اس امر کی کامل اور قطعی دلیل ہو کہ ڈپٹی صاحب کو مسائل شرعیہ فقہیہ سے پوری واقفیت نہیں ہو۔ صدقہ متصدق علیہ کے قبضہ میں آکر اور فقد بلغت محلھا کا مصداق بنکر ہدیہ ہو جاتا ہے۔ تو صرف غیر متصدق (جو صدقہ دینے والا نہو۔) کے لئے ہدیہ ہو جاتا ہے۔ (جیسے بریرہ کا صدقہ (گوشت) اس کے ملک میں آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے جو اس گوشت کے صدقہ کرنے والے نہ تھے ہدیہ ہوگیا تھا۔ اس صدقہ کا متصدق علیہ کے ہاتھ میں آکر خود متصدق (خیرات کرنے والے) کے لئے ہدیہ ہو جانا کسی مذہب کی رو سے ممکن و جایز نہیں ہے۔ بلکہ صدقہ کرنے والا اگر اسکو ارزاں قیمت دیکر بھی خریدے تو اسکو وہ صدقہ حلال نہیں ہوتا۔ اور اس صدقہ میں اُسکا رجوع کرنا ایسا ہے جیسا کُتّا قے کرے۔ پھر اُسکو چاٹ لے۔ یہ حکم خاص اور صریح طور پر ایک حدیث میں آچکا ہو

عن عمر بن خطاب قال حملت علی فرس فی سبیل اللہ فاضاعہ الذی کان عندہ فاردت ان اشتریہ وظننت انہ یبیعہ برخص فسئلت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لاتشترہ ولاتعد فی صدقتک وان اعطاکہ بدرہم۔ فان العائد فی صدقتہ کالکلب یعود فی قیئہ

(متفق علیہ مشکوٰۃ ۱۶۲)

جسمیں یہ ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو فی سبیل اللہ گھوڑی پر سوار کیا تھا وہ اسکی (خبرگیری نہ کرنے سے) ضائع ہونے لگا۔ تو حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اس کو خرید لیں۔ اور یہ خیال کیا کہ وہ ارزاں قیمت سے بیع کر دے گا۔ پھر اس کی بابت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو اُسے مت خرید۔ اگرچہ ایک درہم کو وہ دیدے

اور اپنے صدقہ میں رجوع نہ کر کہ صدقہ میں رجوع کرنے والا ایسا ہے جیسا کُتا قے کر کے چاٹنے والا۔

افسوس ڈپٹی صاحب ایسے مشہور حدیث سے ناواقف ہیں۔ اور مصدق علیہ کے قبضہ سے مصدق پر صدقہ کو ہدیہ ٹھراتے اور حلال قرار دیتے ہیں۔

(۳) ربا تو اس صورت لاٹری میں کُھلم کُھلا پایا جاتا ہے۔ اُسکے پائے نہ جانے پر ڈپٹی صاحب نے جو پہلی دلیل پیش کی ہے وہ بھی ڈپٹی صاحب کے مسائل دین سے ناواقف ہونے پر دلیل ہے۔ نہ اس لاٹری میں ربا نہ پائے جانے پر اسلئے کہ ربا کو صرف قرض سے مخصوص کہنا مسایل شرعی فقہی سے اپنی ناواقفی ظاہر کرتا ہے۔ اور درحقیقت ربا قرض سے مخصوص نہیں ہوتا۔ بلکہ جیسا کہ ربا قرض میں پایا جاتا ہے ویسا ہی بیع میں پایا جاتا ہے۔ اور ویسا ہی ہدیہ یا صدقہ بالعوض میں پایا جاتا ہے۔ جو شرعًا بیع کا حکم رکھتا ہے چنانچہ تفصیل و تشریح کے ساتھ اصل جواب میں مذکور ہوا۔

دوسری دلیل۔ ڈپٹی صاحب کی بھی اُن کی ناواقفی پر دلیل ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو ربا کسی خاص مقدار سے معین نہ ہو۔ اور اُسکا حصول بھی یقینی نہ ہو وہ جایز و حلال ہے۔ ربا کے ربا ہونے کے لئے اسقدر تعیین مقدار کافی ہے (جو اس لاٹری میں پائی جاتی ہے۔) کہ نصف یا ثلث سرمایہ جملہ قرعہ والے اشخاص کو بحصّہ مساوی یا غیر مساوی دیا جاویگا۔ جو اُنکے دیئے ہوئے روپیہ سے بمراتب زائد ہوگا۔ اور اسی مقدار کی طمع و امید سے لوگ اسمیں شریک ہوتے ہیں۔ اور وہ جانتے ہین کہ اگر ہمارے نام قرعہ پڑ نکل آیا تو ہم کو اپنے دیئے ہوئے روپیہ سے کئی حصّہ زائد ملجائیگا۔

ان کی اس شرط اور شک و تردد کی وجہ سے وہ ربا سود ہونے سے خارج نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سود ہونے کے ساتھ قمار بھی بن جاتا ہے۔ اور اس کی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے کوئی سودخوار کسی ایسے شخص کو جس کے ہاتھ میں کسی کی وراثت سے یا کسی کے مقدمہ مین

فتحیاب ہو جانے سے روپیہ آنے والا ہو۔ ایک سو روپیہ قرض دے اور اُسکے بدلے اس سے ایک ہزار لینا ٹہرا لے۔ مگر اُسکو اس ایک ہزار کی وصولی کا یقین نہ ہو۔ بلکہ یہہ تردد و خوف بھی ہو کہ شائد اس وراثت یا مقدمہ سے اُسکو روپیہ نہ ملے۔ وہ اپنے مورث سے پہلے مرجائے یا مقدمہ کو ہار بیٹھے۔ اس شخص کے اس خوف و تردد کی وجہ سے اسکا وہ سود ایک ہزار سود ہونے سے خارج نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وہ سود ہونے کے ساتھ قمار بھی کہلاتا ہے۔ جسکے سود اور قمار ہونے میں کسی فقیہ کا اختلاف نہیں ہے۔

(۳) اسمیں جھگڑا نزاع کا پیدا نہ ہونا اگرچہ مسلمانوں کے مسائل اسلام سے ناواقفی اور زمانہ جہالت (جو شجاعت اور مداہنت کی ماں ہے) تک ممکن ہے۔ مگر جب مسلمانوں کو یہ علم ہو گا کہ یہ عقد شرعاً کوئی صورت جواز نہیں رکھتا۔ اور جو قرعہ اسمیں ڈالا جاتا ہے۔ وہ بعینہ جاہلیت کی قرعہ اندازی ازلام کی مانند ہے۔ اور جو لوگ اس قرعہ کے ذریعہ سے مال لی گئی ہیں وہ ناحق و بلا استحقاق لوگوں کا مال لی گئی ہیں۔ اور جو نصف یا ثلث مال قرعہ انداز کے پاس رہا ہے۔ وہ بھی ناحق و بلا استحقاق اُس نے رکھا ہے۔ تو وہ ضرور اس لاٹری والے سے نزاع و جھگڑا کھڑا کرینگے۔ اور اپنا دیا ہوا روپیہ واپس طلب کرینگے۔

(۴) قمار و ازلام جاہلیت کی صورت بھی اس میں صاف اور صریح پائی جاتی ہے جسکا ذکر و بیان صفحہ۲ وغیرہ نمبرا میں ہو چکا ہے۔ یہاں گو وہ پانسی جاہلیت کی نہیں لائی جاتی۔ مگر کام وہی کیا جاتا ہے جو پانسی کرتے تھے۔ (یعنے غیر مستحق کو مستحق بنانا۔ اور مستحق کو محروم کرنا۔)

لہذا اس لاٹری کی قرعہ اندازی ازلام جاہلیت کی قرعہ اندازی کی مانند ہے۔ قرعہ اندازی مسنون سے اسکی کوئی نسبت و مناسبت نہیں ہے۔

قرعہ اندازی مسنون میں دو امر پائے جاتے ہیں۔ (جو اسکے اصل اصول ہیں۔) اوّل جملہ اشخاص متعلقین قرعہ کا استحقاق میں مساوی ہونا۔ دوسرا ہر ایک مستحق کا اپنے

حق کو اپنی خواہش و استحقاق کے مطابق بلا حرج و نقصان نہ پہنچ سکتا۔ ان دونو امور کی نظر سے شارع اسلام نے قرعہ اندازی کو جائز رکھا ہے۔ جسکا نتیجہ بھی عمدہ نکلتا ہے۔ اور اس میں قدرتی انصاف پایا جاتا ہے۔ ہر ایک حق دار کو بقدر امکان برابر حق مل جاتا ہے نہ اپنے حق سے کوئی مطلق محروم رہتا ہے۔ اور نہ کوئی بلا استحقاق کچھ زیادہ لیجاتا ہے۔

اس کی ایک مثال اسمقام میں پیش کیجاتی ہے۔ دو شخصوں یا چند اشخاص نے ایک ناقابل قسمت مکان یا ایک گھوڑا ملکر خریدا۔ پھر انہوں نے اُسکو باہم تقسیم کرنا چاہا۔ اور ہر ایک کی یہ خواہش ہوئی کہ اصل مکان یا گھوڑا اُسکے ہاتھ آوے۔ اور دوسرا شریک اپنے حصہ کی قیمت لے لے واز انجا کہ اس مکان یا گھوڑے کی نسبت ہر ایک مساوی درجہ کا استحقاق رکھتا ہے۔ اور ہر ایک کو بلا نقصان اس کا پہنچنا ناممکن ہے۔ لہذا ہر ایک اسپر راضی ہو جاتا ہے کہ جسکے نام پر قرعہ نکلے وہ اصل گھوڑا یا مکان لے لے۔ اور باقی شرکاء اپنے اپنے حصہ کی قیمت اس سے وصول کریں۔ اس قرعہ اندازی میں کوئی شخص اپنے حق سے محروم نہ رہا۔ ایک کو گھوڑا یا مکان مل گیا دوسرے کو اُسکے حصہ کی قیمت ہاتھ آئی۔

یہ دونو امر اور اُسکا نتیجہ قدرتی انصاف نہ زمانہ جاہلیت کے قمار و ازلام پائے جاتے تھے اور نہ زمانہ حال کی لاٹری میں پائی جاتی ہیں۔ بلکہ ان میں ان امور کا خلاف پایا جاتا ہے۔ غیر مستحق کو مستحق بنایا جاتا ہے۔ اور حقدار کو اسکے حق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اور انصاف کا خون ہوتا ہے۔

زمانہ جاہلیت کی بے انصافی کی صورت ناظرین حنہ ۲ میں پڑھ چکے ہیں۔ کہ منجملہ اُن دس اشخاص کے جو ایک اونٹ اودھار خرید کرتے تھے۔ تین اشخاص کو جنکے نام پر خالی تین پانسے (منیح[1] - سفیح[2] - وغد[3]-) نکلتے تھے صاف اور قطعی محروم کیا جاتا تھا۔ اور باقی ماندہ سات اشخاص کو انکے استحقاق سے بڑھ کر غیر مساوی حصہ دیئے جاتے تھے (جو قرعہ مسنونہ کے بالکل برخلاف امر تھا۔) ایسا ہی بعینہ اس لاٹری میں ہوتا ہے

کہ منجملہ ہزارہا مستحقین کے صرف دس یا بیس یا پچاس اشخاص کو جنکے نام کا قرعہ نکلے جاہلیت کی مانند صاف محروم رکھا جاتا ہے۔

ان لوگوں کا اپنی محرومی پر راضی ہو جانا۔ اور یہ مان لینا کہ جن دس ۱۰ یا بیس ۲۰ یا پچاس ۵۰ اشخاص کے نام کا قرعہ نکلیگا اُن ہی کو ہمنے اپنا حق دیدیا۔ اس عقد کو قمار جاہلیت کی مانند ہونے سے نہیں نکالتا بلکہ وہ اُسکو اچھا طرح اس کی مانند بناتا ہے۔ کیونکہ قمار جاہلیت میں بھی اسیطرح تسلیم کیا جاتا۔ اور اُسپر اظہار رضا ہوتا تھا کہ جن اشخاص کے نام تین پانسی خالی (منیح ۔ سفیح ۔ وغد ۔) نکلینگے وہ اونٹ کے حصول سے محروم رہینگے۔ بلکہ اونٹ کی قیمت بطور تاوان بھر دینگے۔ انکی اسی رضا و تسلیم نے اس عقد جاہلیت کو قمار بنایا تھا۔ پھر وہ رضا و تسلیم اس لاٹری کو کیوں قمار نہ بنائے گی۔ اس رضا و تسلیم کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور یہ رضا و تسلیم ایک ناجایز عقد۔ زنا۔ شراب وغیرہ۔ بیع باطل۔ اجارہ فاسد۔ وغیرہ میں پائی جاتی ہے جسکے پائے جانے کے ساتھ شرع نے ان عقود کو ناجایز ٹھرایا ہے۔ یہ مشابہت و مماثلت اس لاٹری کی قمار جاہلیت سے اس لاٹری کی ظاہری صورت و شرط کی نظر سے ہے۔ کہ اسمیں سبھی چندہ دینے والے چندہ کی وجہ سے مساوی درجہ کے مستحق سمجھے جاتے ہیں۔ اور اگر اس لاٹری کی اصل حقیقت اور حکم شرعی کی طرف نظر کی جائے کہ اس میں ہر شخص اس قصد اور بدنیت سے چندہ دیتا ہے۔ کہ اگر اُسکے نام پر قرعہ نکل آیا تو وہ ایک روپیہ کے بدلے سو یا ہزار روپیہ لے گا تو اس حقیقت کی نظر سے یہ لاٹری قمار جاہلیت سے بھی بدتر ہو جاتی ہی اس مین کوئی ایک بھی نہ چندہ دینے کا مجاز ہے۔ اور نہ اسکا عوض لینے کا مستحق کیونکہ اس نیت سے چندہ دینا اور پھر اُسکا عوض نہ لیدیا یا برابر کا برابر لینا شرعاً جایز نہیں۔ چنانچہ ہمارے جواب میں مفصل و مدلل مذکور ہو چکا ہے۔

اس نظر سے اس لاٹری میں ہر شخص کی قرعہ اندازی بلا استحقاق ہے۔ اور وہ قمار جاہلیت

ہے جسمیں جملہ اہل قرعہ حقدار ہوتے ہیں - بدتر ہو جاتی ہے - اور قرعہ مسنونہ جسمیں سب کے سب استحقاق رکھتے ہیں - اسکی کوئی مناسبت و مشابہت نہیں رہتی -

اس تفصیل و تشریح کو پڑہکر ناظرین کو یقین ہو گا کہ یہ لاٹری قمار جاہلیت کی پوری نظیر ہے یا اس سے بھی بدتر - ڈپٹی صاحب کا اسکی نسبت یہ دعویٰ کرنا کہ یہ صورت قمار و ازلام نہیں ہو اور پھر اس دعوے کے ظہور و بداہت کا مدعی بننا حقیقت قمار جاہلیت اور مسایل شرعیہ سے ناواقفی پر مبنی ہے - جو کمال افسوس کا محل ہو -

(۵) اس لاٹری میں اخلاقی برائی بھی صریح و صاف طور پر پائی جاتی ہے - پانچ روپیہ چندہ اس نیت سے دینا کہ ہمارے نام پر قرعہ نکلا تو ہم پانچ سو یا پانچہزار لینگے - اور پھر جب قرعہ نکل آوے پانچ روپیہ کے بدلے پانچسو یا پانچہزار روپیہ لوگوں کا بٹور کر گھر میں لیجانا - یہ وہی تو بداخلاقی بے مروتی ناہمدردی بے رحمی ہے جس نے سود کو حرام کیا ہوا ہے - یہ ناہمدردی اور بے رحمی اخلاقی برائی نہیں تو پھر معلوم نہیں دنیا میں اس سے بڑہ کر بداخلاقی و مال مردم خوری کیونکر متصور ہے -

(۶) نصوص شرعیہ جو رجوع فی الصدقہ کو حرام کرتے ہیں - اور بیع صرف میں کمی و بیشی کو سود قرار دیتے ہیں - اور روپیہ کے صدقہ یا ہبہ بالعوض میں کمی و بیشی اور ادہار دونو کو ناجائز قرار دیتے ہیں - اور عقود منجر بہ نزاع کو فاسد ٹہراتے ہیں - اور جمیع اقسام قمار کو حرام کرتے ہیں (وازانجملہ بعض کی تفصیل ہمارے جواب اصل مسئلہ میں ہو چکی ہے -) سب کے سب اس عقد کے ناجائز ہونے پر نصوص صریحہ ہیں ڈپٹی صاحب کو وہ نصوص نظر نہ آویں تو کسکا قصور ہو -

اور اگر ان جملہ وجوہات محرمہ عقد لاٹری کو ڈپٹی صاحب سمجھ نہ سکیں اور ہمارے بیان و دلایل مذکورہ کے غوامض کی تہ کو آپ نہ پہنچیں تو اس لاٹری کے عدم جواز پر صرف یہی ایک موٹی بات کافی ہے (جو ہمارے جواب سابق اور اُسکے دلائل سے بخوبی کس و ناکس کی سمجھ میں آتی ہے -) کہ اس لاٹری میں جو چندہ ایک شخص دیتا ہے وہ محض صدقہ

یا ہبہ (جنکا بلا عوض ہونا شرط ہے) نہیں ہے - بلکہ وہ ہدیہ یا صدقہ یا ہبہ بالعوض ہی جو بیع کے حکم میں ہے - یہہ ہبہ بالعوض روپیہ کا ہو تو اسمیں نہ ادھار جائز ہے - نہ کمی و بیشی حلال ہے - بلکہ دونو صورتوں میں ربا لازم آتا ہے - اور چونکہ اس لاٹری میں بعینہ یہی صورت ہبہ بالعوض روپیہ کی پائی جاتی ہے - اسوجہ سے یہہ عقد لاٹری ناجائز ہے - پہر جو اسمیں چندہ دینے والوں کو یہہ تردد وخوف ہوتا ہے کہ دیکھئے ہمارے نام کا قرعہ نکلتا ہے - اور ہمکو اس چندہ کے عوض اضعافاً مضاعفہ ملتا ہے یا نہیں اس نظر سے وہ ربا ہونے کے خارج نہیں ہوتا - بلکہ ربا ہونے کے ساتھ وہ قمار بھی بن جاتا ہے جسمیں ہار جیت کا پہلے کچھ علم نہیں ہوتا - اس اجمال کی تفصیل ہمارے جواب اصل مسئلہ میں بخوبی ہو چکی ہے - ڈپٹی صاحب اصل مسئلہ کا جواب غور سے ملاحظہ فرماوین -

ڈپٹی صاحب نے جو یہہ خیال کیا ہے کہ یہہ لاٹری کسی ذاتی غرض کیلئے نہیں بلکہ **قومی غرض** - اور کار خیر کے لئے تجویز کی گئی ہے - اسلئے یہہ جائز ہونی چاہیئے

اس کا جواب اصل مضمون میں بصفحہ ۲۷ دیا گیا ہے کہ جو امر بذاتہ خود ناجائز ہے (جیسے زناکاری یا شراب فروشی) وہ قومی اغراض کے لئے بھی ناجائز ہے - قومی اغراض ایک ناجائز امر کو جائز نہیں کر دیتیں -

اخیر میں یہ کہدینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہہ سوال بہت عرصہ ہمارے پاس پڑا رہا (جسکی وجہ ہم بصفحہ ۲۷ اصل مضمون بیان کر چکے ہیں) اور ہمکو یہ معلوم نہیں کہ علماء ہندوستان نے (جن جن صاحبوں کے پاس ڈپٹی صاحب نے یہ سوال ارسال کیا تھا) اسکا کیا جواب دیا - اور ڈپٹی صاحب نے ان جوابات پر کیا عملدرآمد کیا - اس لاٹری کو جائز سمجھکر اس ذریعہ سے روپیہ جمع کر کے کوئی کار خیر جاری کر دیا ہے - یا ہنوز نہیں کیا - اگر ہنوز نہیں کیا تو امید ہے کہ آیندہ ڈپٹی صاحب ہمارے جواب کی صحت و سقم سے ہم کو آگاہ کر کے اُنکے برخلاف کوئی کارروائی کرینگے - اور وہ کوئی کارروائی کر بیٹھے ہیں - اور اب اس جواب کو پڑھکر اس کی صحت کا یقین کریں تو اس کار خیر کی نسبت (جس کو وہ

سابق رائے سے جاری کر چکے ہیں ۔) علماء وقت سے استفتاء کریں ۔ مثل سابق ہم سے کچھ پوچھینگے تو ہم بھی اپنی ناچیز رائے ظاہر کر دینگے ۔ انشاء اللہ تعالےٰ ۔ والسلام اٰخر الکلام

لاٹری کے متعلق ایک افسوسناک خبر

اور

اس سے اخبار وکیل کا استخراج نتیجہ پر خطر

اور

اسپر ایک سوال وحشت اثر

وکیل نمبر ۵ جلد ۴ مورخہ ۲ ستمبر ۱۸۹۹ء میں یہ خبر درج ہے کہ "بازار یلدز سرا کی باقیماندہ اشیاء کو دو مسلمان سوداگران نے لاٹری کے ذریعہ فروخت کر دینے کا ذمہ لیا ہے۔" پھر اسکی مفصل کیفیت بیان کر کے جناب وکیل فرماتے ہیں "یہ معاملہ ظن غالب ہے کہ امیر المومنین کے مشورہ یا کم از کم اطلاع کے بغیر نہوا ہوگا اور اسمیں تو کوئی کلام نہیں کہ وہ ایک اسلامی حکومت کی منظوری سے کیا گیا ہے ادہر مولوی محمد حسین صاحب لاٹری کو حرام فرماتے ہیں تو کیا باب عالی کا یہ فعل خلاف شریعت ہے ۔"

اس خبر کی نسبت تو ہم بالفعل صرف یہ مختصر ریمارک کرتے ہیں ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ۔ اس اجمال کو ہمارے دوست وکیل نہ سمجھیں گے تو آئندہ ہم اسکی تفصیل بھی کر دینگے انشاء اللہ تعالےٰ ۔ اور اس نتیجہ پر جو جناب وکیل نے اس خبر سے نکالا ہے ہمارا یہ ریمارک ہے کہ یہ نتیجہ محض غلط ہے کیا ٹرکی سلطنت کی افراد و اعیان ہیں ارتکاب مکروہات و شرعی ممنوعات کا جسکی تفصیل کرنیسے ہمکو وہی امر مانع ہے جسکو ہم نمبر ۱۲ جلد ۱۸ کے صفحہ ۳۷ میں بیان کر چکے ہیں ۔ اور اگر جناب وکیل پھر کسی امر ممنوع کا جواز ثابت کرنیکے لئے سلطنت ٹرکی کی رسم و رواج یا فعل کی سند پیش کرینگے تو اسکی تفصیل ہمکو مجبوراً کرنی پڑیگی اور اس سے جو دیندار مسلمانونکے دلمیں سلطنت ٹرکی کی نسبت سوء ظنی پیدا ہوگی اسکا مظلمہ جناب وکیل کی گردن پر پڑیگا جو بار بار ممنوعات شرعیہ کے جواز پر ٹرکی کی سند لاتے ہیں) ارتکاب ہوتا ہے یا نہیں اور اگر ہوتا ہے تو کیا وہ بھی حضرت سلطان المعظم یا باب عالی کے مشورہ یا حکم یا کم سے کم اطلاع کے ساتھ ہوتا ہے اسکا جواب اگر جناب وکیل نفی اثبات دینگے تو پھر ہماری طرف سے سوال وحشت اثر کا جواب یہ ہوگا کہ اگر بقول صاحب وکیل یہ فعل حضرت سلطان المعظم یا باب عالی کی منظوری یا اجازت سے ہوا ہے تو انہوں نے خلاف شریعت کیا

تو بھی یہ فعل خلاف شریعت ہوا ہے۔ اور نادانستہ یعنی حکم شرعی سے لاعلمی کیوجہ سے ہوا ہے۔ اگر اس فعل کی نسبت علما، ماتحت سلطنت یا شیخ الاسلام سے فتوے پوچھا جاتا تو ہرگز اُس کے جواز کا فتوے نہ ملتا۔ اور نہ یہ فعل وقوع میں آتا۔ حضرت سلطان المعظم سلمہ الرحمن پر ہمارا یہی نیک گمان ہے کہ وہ دیدہ و دانستہ کسی عمل میں خلاف شریعت نہیں کرتے۔ اور نہ اُس پر راضی ہوتے ہیں۔ اور جو امور خلاف شریعت بعض افراد یا اعیان سلطنت میں پائے جاتے ہیں۔ وہ ناواقفی یا لاعلمی سے پائے جاتے ہیں۔ ہم اپنے دوست وکیل کو دوستانہ نصیحت کرتے ہیں کہ آپ مرزا غلام احمد قادیانی نہ بنیں۔ کہ جب اُن کے کسی فعل شنیع اور جرم قبیح پر اعتراض کیا جاتا ہے تو وہ جھٹ پٹ اپنے فعل کی تائید و نظیر میں انبیاء علیہم السلام کا کوئی فعل (بزعم خود) پیش کر دیتے ہیں۔ یہ روش آپ چھوڑ دیں۔ کہ جب کسی امر ممنوع کی نسبت کوئی اسلامی فتوے شایع ہوتا ہے تو اُس کے مقابلہ میں آپ ٹرکی کی سند پیش کر دیتے ہیں۔ اِس فعل سے آپ حضرت سلطان المعظم اور سلطنت ٹرکی کے نادان دوست بن رہے ہیں۔ اور اِن امور ممنوعہ کو حضرت سلطان المعظم کے علم و رضا کی طرف منسوب کر کے دیندار مسلمانوں کے دل سے حضرت سلطان المعظم اور سلطنت ٹرکی کی عظمت کو کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خدائے تعالےٰ وہ منحوس دن نہ لاوے۔ اور سلطنت ٹرکی کی عظمت و محبت (بلحاظ مذہب) مسلمانوں کے دلوں میں زیادہ کرے۔

آمین ثم آمین

ہمارے مضمون سود قمار لاٹری وغیرہ کا اُن انجمنوں پر

جن کی نسبت وہ مضمون لکھا گیا تھا

اثر

یہ مضمون مئی ۱۸۹۹ء سے پہلے چھپ گیا تھا۔ گو ایک ذاتی کام میں مصروفیت کے سبب وہ شائع نہیں ہو سکا چنانچہ صفحہ (۹۴) میں بیان ہوا ہے۔ مگر اس کا خلاصہ بذریعہ قلمی تحریرات و خطوط عام مسلمانوں کو اور اُن انجمنوں تک پہونچ گیا تھا۔

مسلم تنبول فنڈ گورداسپورہ کو بذریعہ میاں شیر محمد صاحب ہمارا قلمی فتوے (جس میں خلاصہ مضمون تھا) پہونچا۔ اور انجمن معین المسلمین کے پاس ہم نے اس انجمن کے سوال کا مختصر جواب بطور فتوے لکھ کر اور اس پر حضرت شیخنا و شیخ الکل جناب سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی متع اللّٰہ المسلمین بطول حیوتہم کی (جن کے حضور میں انجمن نے سوال پیش کیا۔ اور وہاں سے وہ سوال جواب لکھنے کے حکم سا تھ لے کر خاکسار کے پاس آیا تھا چنانچہ ضمن مذکور بیان ہوا ہے) تصدیق لکھوا کر اور مہر کرا کر اُس کی نقل انجمن میں بھیجدی تھی۔

اس مختصر فتوے کی نقل اس مقام میں مختصر پسند ناظرین کو فائدہ پہونچانے

خالی نہ رہے گی جو نازک طبع مضمون مطول کو نہ پڑھ سکیں۔ وہ اس مختصر فتوے کو پڑھ لیں۔ اور اپنے دوستوں میں اس کی اشاعت کریں۔

نقل فتوے مصدقہ مولانا و شیخنا دہلوی

سوال وہی ہے جو مضمون مطول میں منقول ہے اس کا جواب یہ ہے۔

یہ تنبول احسان محض بلاعوض نہیں۔ بلکہ احسان بالعوض ہے۔ اور احسان بالعوض یا ہبہ بالعوض کہلاتا ہے۔ یا قرض۔

ہبہ بالعوض شرعاً بیع ہوتی ہے۔ اور نقود کی بیع نقود سے ہو تو وہ بیع صرف کہلاتی ہے۔ اور بیع صرف میں بصورت ہمجنس ہونے عوضین کے (مثلاً روپیہ کے عوض میں روپیہ ہو یا سونے کے عوض میں سونا۔) کمی بیشی (یعنے ایک روپیہ کے عوض میں سوا روپیہ لینا) حرام ہے۔ اور ادھار کرنا بھی (یعنے ایک طرف سے آج روپیہ ملنا۔ اور دوسری طرف سے ایک ساعت کے بعد (چہ جائے کہ سالہا سال کے بعد ہو۔) روپیہ ملنا بھی حرام ہے۔ اور اس میں ربا نسیہ لازم آتا ہے۔

اور قرض میں کمی بیشی (یعنے ایک روپیہ یا پانچ دس روپیہ دے کر سو۔ دو سو روپیہ لینا۔) حرام ہے۔ اور وہ قرض کا سود کہلاتا ہے۔ لہذا۔ اگر اس معاملہ تنبول کو ہبہ فرض کریں تو یہ جائز نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں کمی بیشی اور ادھار دونوں پائے جاتے ہیں۔ اور اگر اس کو قرض قرار دیں تو بھی جائز نہیں ہوتا کیونکہ اس میں کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ و بصورت قرض فرض کرنے اس تنبول کے اس میں بعض شروط قواعد انجمن میں ایسی لگائی گئی ہیں کہ وہ شرطیں بصورت مساواۃ عوضین (یعنے ایک روپیہ کے عوض ایک روپیہ لینا) بھی اس کو ناجائز قرار

دیتے ہیں۔ اور اس انجمن کے قواعد ملاحظہ کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے
کہ بعض حالتوں اور صورتوں میں یہ معاملہ قمار یا لاٹری بن جاتا ہے۔ کبھی اس میں
تنبول لینے والا ہارتا ہے۔ کبھی تنبول دینے والی انجمن کو ہار آتی ہے۔ ان سب
باتوں کی تفصیل با دلیل رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر (۱) وغیرہ جلد ۱۹ میں درج ہے۔
طالب تفصیل وہ رسالہ لاہور۔ یا بٹالہ سے بقیمت ۸ ر طلب کرکے ملاحظہ کریں۔
کم وسعت لوگوں سے اس کی قیمت ۴ ر لیجائے گی۔ جو ۴ ر بھی نہ دے سکیں پر علمی
لیاقت رکھتے ہوں۔ اور اس رسالہ کی اشاعت کریں ان کو بلا قیمت صرف محصول
ڈاک بھیجنے پڑے گا۔ فقط۔

مُہر

نمقہ۔ ابو سعید محمد حسین

سید محمد نذیر حسین

ہمارے اس مضمون اور اس کے خلاصہ فتووں کا اثر انجمن گورداسپور
(مسلم تنبول فنڈ) پر تو یہ پڑا کہ اس انجمن کا خاتمہ ہوگیا اور وہ فنڈ ٹوٹ گیا۔
میرے دوست شیخ علی احمد صاحب وکیل گورداسپور پریسیڈنٹ انجمن مذکور
نے بمقام گورداسپور بارہا مجھ سے زبانی کہا کہ اس فنڈ کو آپ کے فتوے نے
توڑا ہے۔ (گو واقعہ میں اس کے ٹوٹ جانے کا موجب اس فنڈ کے اصول و
قواعد کی خرابی ہے جس کا نتیجہ ایک نہ ایک دن بھی متوقع تھا۔ چنانچہ ہم نے
بضمن مضمون اس نتیجہ سے ڈرا دیا تھا۔) بہرحال اس فنڈ کے ٹوٹ جانے سے
بہت سے مسلمانوں کا جو اس میں پھنسنے والے تھے مال بچ گیا۔ اور اس پر خس
کم جہاں پاک کا مقولہ صادق آیا۔ والحمد للہ علی ذٰلک
انجمن معین المسلمین کے ممبروں کو اس فتوے کے سُننے یا پڑھنے سے
خوف اور یہ پیدا ہوگیا کہ موجودہ صورت میں انجمن کی کارروائی ناجائز ہے۔

اور اُنہوں نے اس امر کا اظہار اپنے اخبار یا رسالہ میں کر کے ایک اور صورت اپنے خیال میں جائز سمجھ کر پیدا کی۔ اور اُس کو بذریعہ رسالہ انجمن مشتہر کر کے اسکی ایک کاپی بغرض طلب رائے ہمارے پاس بھیجدی۔ ہم اس مقام میں اِس نمبر رسالہ کا خلاصہ اور اِن لوگوں کے خط کا جنھوں نے ہم سے اِس صورت کی نسبت رائے طلب کی ہے خلاصہ نقل کر کے اِس صورت کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں۔

نقل خلاصہ رسالہ انجمن معین المسلمین

انجمن معین المسلمین کے رسالہ نمبر ۹ جلد ۲ مطبوعہ ماہ ستمبر ۱۸۹۹ء کے صفحہ ۴۔ میں یہ عُنوان قائم کیا ہے "جناب مولوی آفندی ترکی کی تیسری تقریر"۔

پھر اس کے ذیل میں ایک طولانی اور مسلسل تقریر تین صفحہ کلاں میں نقل کی ہے جس کا خلاصہ بقدر ضرورت نقل کیا جاتا ہے:۔

بزرگان دین۔ × × × آپ کی انجمن کے تینوں فنڈوں پر میں نے اچھی طرح سے غور کیا۔ مگر موجودہ صورت میں سوائے مد تجارت جس کا نام آپ نے پنشن فنڈ رکھ چھوڑا ہے۔ کوئی فنڈ ایسا نظر نہیں آتا جس کا سلسلہ کچھ دیر تک قایم رہے۔ میں سب سے پوچھتا ہوں کہ جب آپ نے فی کس ممبر سے ۴ ہزار روپیہ بلکہ سو یا کچھ کم و بیش دیتے ہو۔ تو باقی رقم کا گھاٹو کہاں سے پورا ہوگا۔ میں نے مانا کہ سات پانچ کی لکڑی ایک جنے کا بوجھ۔ مگر یہ مسئلہ اِس حالت میں مسلم ہو سکتا ہے جب وہ سات پانچ بدستور قایم رہیں۔ اور نوبت بہ نوبت ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔ مگر جہاں بوجھ والا بوجھ اوٹھا کر کھسک جائے تو وہ ممن آخر کے سات پانچ کی جگہ میاں اور میاں کا پائجامہ ہی رہ جائے گا۔ گویا موجودہ صورت

ہیں ان ممبروں کو جن کا نمبر سب سے آخر آوے گا (ابھی نہیں ۔ آج سے کئی سال بعد) کوڑی کے تین تین کی امید رکھنی چاہیئے × × تنبول[1] کا طریق جو جناب رسالت مآب رحمۃ للعالمین خیتم المرسلین ۔ فخر الاولین ۔ احمد مجتبےٰ ۔ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے نکالا ہے اس سے بڑھ کر آجتک نکلا نہ آئیندہ کبھی نکلے ۔ ایسا شُستہ طریق ہے کہ خرچ کے موقعہ پر (کیونکہ شادی پر ضرور اور یقیناً خرچ ہوتا ہے) ہر ایک مسلمان بھائی کو ایک بہانہ سے معقول قرض حسنہ ملجاتا ہے جس کی طفیل وہ اپنے ناجائز قرضہ سے جلد سبکدوش ہو کر فقر و فاقہ سے بچ جاتا ہے ۔ اگر آج یہ طریق اسلام میں رائج نہ ہوتا تو آج سب لنگوٹی پوش نظر آتے × × تنبول قرض حسنہ ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک بھائی پر واجب اور ضروری ہے یعنے جتنا جتنا روپیہ کوئی شخص تنبول میں لے اتنا اتنا روپیہ ہر ایک کو واپس دے ۔ واپسی میں بڑی سہولت یہ دی گئی ہے کہ خواہ ایک دفعہ دے یا بہت سے موقعوں پر باقساط ۔ جہانتک میں سمجھتا ہوں آپ لوگوں نے شادی فنڈ تنبول کے طریق سے نکالا ہے ۔ مگر مغربی صحبت کے اثر سے اہل یورپ کی کمپنیوں کے قواعد کی شاخوں کو بے میل ملا کر اس نے لباس میں دکھلایا ہے مبادا بھڑک جائیں کہ آئی شناسم ۔ مگر تاڑنے والے تو فوراً تاڑ گئے کہ بے ڈھنگا طریق جسے بدعت[2] کہنا بیجا نہیں شرعاً بھی ناجائز ہے ۔ عقلاً بھی نامعقول قانونی رو سے بھی خارج ۔

شرعاً تو اس لئے ناجائز ہے کہ نہ یہ اہل اسلام کا تنبول ۔ نہ قرض حسنہ ۔ اور نہ احسان ۔ بغرض مذہبی طریق سے خارج ہے ۔ اور عقلاً نامعقول اس لئے کہ اس کا سلسلہ چل نہیں سکتا × × جب اہل فریق کے مذہب نے اس کو درست نہیں سمجھا تو قانون کیونکر جائز سمجھیگا ۔ مگر کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایسی

وجوہات کے ہوتے ہوئے ع بدوز طمع دیدہ ہوشمند ÷ کے مصداق سیکڑوں بلکہ ہزاروں
اسمیں شامل ہوگئے اور امداد لیکر الگ ہوگئے - میں اسوقت اسلام کے سچے جوش سے بے روئے
و یا بجرے زور سے پکار کر کہتا ہوں کہ جو ممبر اس انجمن سے امداد لیکر بالکل علیحدہ ہوگیا اُس نے حرام
کھایا اور اپنی گردن پر سخت عذاب لیا - دنیا سے ونے چند عاقبت معاملہ با خداوند جیسا سودخوار
پر عذاب ہوگا ویسا ہی اسپر بھی کہ یہی روپیہ تپا تپا کر اُسکے تمام بدن پر لگائے جائینگے ××× جن
لوگوں نے اس طرح کی امداد انجمن سے لیکر ناجائز سود اپنے اوپر روا رکھا ہے وہ کان کھولکر
میرا چشم دید واقعہ سُن لیں - اِس کے بعد ٹرکی صاحب نے ایک واقعہ شہر حران کا بیان کیا جو
ایک سودخوار کی نعش پر اُس کی موت اور دفن کے وقت پر گذرا -

اور پھر کہا میں تمکو واضح طور پر سُنا چکا ہوں کہ یہ امداد موجودہ صورت میں بالکل حرام
ہے - بلکہ سیکرٹری صاحب نے خود مجھ سے بیان کیا کہ مولنا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے
اور دوسرے علماء دین نے اسکے ناجائز ہونیکا علانیہ فتویٰ دیا ہی جسکی میں بڑے زور سے تائید کرتا
ہوں - ہاں اسکو جائز صورت میں لے آؤ اور پھر بیشک مل جُل کر آپسمیں مدد کرو" اسکے بعد
ٹرکی صاحب نے تجارت کے بیان فوائد پر زور دیا - اور پھر کہا تجارت اپنے ہاتھ میں لو
اور اُسے خوب دل کھولکر چلاؤ - اور کُل ممبروں کو تدریج اسکی طرف متوجہ کرو اسکا آسان
طریق یہ ہے کہ جس قدر امدادی چندہ ہر ماہ میں جمع ہوا کرے اُس میں سے فیصدی
(۲۵) کاٹکر باقی ممبروں میں تقسیم کردیا کرو - اور یہ کٹوتی کا روپیہ ہر ماہ میں ۳-۴ سو
جمع ہوتا رہےگا - تجارت غلہ میں لگاتے رہو - اگر تم مستقل طور پر اس طریق پر کاربند ہوگے
تو چند مدت میں تمہاری انجمن ایک بھاری کمپنی بنجاوے گی ++ اب اسے ذرا مفصل بیان
کرتا ہوں حضرات ناظرین ذرا غور سے سمجھنا اسوقت تک انجمن کا یہ قاعدہ ہے کہ جو ممبر امدادی روپیہ
لیجاتا ہو وہ اُس کے باپ دادا کا ہوگیا اسکا واپس ادا کرنا ممبر کا فرض نہیں خواہ ممبر انجمن میں شامل رہے
یا نہ رہے - اب سمجھنے کی بات ہے کہ یہ ۲۰ دیکر قسط ۱۲ رہ جاوے وہ انجمن کو سراسر خسارہ ہی - جہاں ایک

پیسہ کا روز خسارہ ہو وہ مان نہیں ہوا کرتا - بھلا جہاں رقمیں اُڑنے لگیں وہاں کیونکر انجام بخیر ہو سکتا ہے - اسی بات کو سوچکر عقلمند اس انجمن میں شامل نہیں ہوتے کہ یہ ہمیشہ چل نہیں سکتی اور شرعاً چونکہ ایسی زیادتی حد سود میں آجاتی ہے اسلئے علما بھی اسے جائز نہیں کرتے - اگر کوئی ایسا طریق شروع ہی سے اختیار کر لیا جاتا کہ جو ممبر امداد لے چکے وہ پھر انجمن سے الگ نہ ہونے پائے - بلکہ اسمیں شامل رہکر زائد وصول کردہ روپیہ آہستہ آہستہ ادا کرتا جائے تاکہ آمد بند نہ ہو - اور راس المال میں گھاٹا نہ آوے ++ سو یہ بات تب ہو سکتی + جب امدادی رقم کی وصولیت کی امید ہوتی - وصول کرنیمیں خواہ کیسی ہی نرم شرائط اور رعایت دیجاتی مگر روپیہ جتنا دیا تھا اُتنا واپس ضرور لیا جاتا - دینے والے چاہے کچھ ہی ماہوار دیتے - مگر آمدنی تو رہتی -

رہی مشکل یہ کہ روپیہ کھا کر اوگلنا مشکل مُسلمانوں سے روپیہ واپس لینے کی امید رکھنا گویا چیل کے گھونسلہ سے گوشت ڈھونڈنا ہے ++ مگر میں ایک ترکیب سے واپس کرتا ہوں - وھوھذا فرض کرو ایک شخص کے حصہ میں خالص سو روپیہ آئے تم اُسے ستر دو - اور تیس اُسکی طرف سے مد تجارت میں لگاؤ - کیا وہ ۳۰ روپیہ ۸ ر ماہوار نہ کمائیں گے - اچھا ۸ ر نہ سہی کچھ اس سے بھی کم سہی آخر کچھ تو کمائینگے - پس جس قدر منافع پیدا کریں وہ سب اُس شخص کیطرف سے وصول میں جمع کرتے جاؤ جب اسطرح پر ۷۰ وصول کر چکو اور باقی ۲۴ جو اُسکا اصل تنبول تھا رہجاوے تب وہ ۳۰ روپیہ اُسکا مال سمجھو اور اسکا جو منافع آوے بعد وضع اخراجات وحقوق الخدمت اُس شخص کو نسلاً بعد نسلٍ دیتے جاؤ جبتک کہ وہ اپنا روپیہ ۳۰ واپس نہ لے ++ یہ امداد شرعاً بھی جائز ہوگی - (۳)

کیونکہ جتنا روپیہ امداد میں یا وہ دیا تھا وہ سب بطور قرض حسنہ تھا جو بوجہ احسن بتدریج لیا گیا شاید کوئی اب یہ شک پیدا کرے کہ ۲۴ لیکر ۷۰ جو دیئے وہ زیادتی کیونکر روا ہے - تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی تنبول میں جائز ہے - سعر و اگر ۲ روپیہ تنبول میں دے تو بکر اُس کی عوض ۵ روپیہ تنبول دے سکتا ہے - ایسا ہی انجمن - ۲۴ لیکر سو روپیہ جو دیتی ہے تو گویا ۷۶ روپیہ کی اُسکے امداد کرتی ہے جو بطور قرض اس شخص سے واپس لینا چاہتی ہے " یہ ترکی صاحب کی تقریر کا انتخاب ہے -

اب خلاصہ اُن خطوط کا جنمیں اس تدبیر اور اُسکے ضمن کی صورت جواز کی نسبت رائے لیگئی ہے نقل کیا جاتا ہے۔

(نقل خلاصہ خطوط)

کوئی صاحب منشی برکت علی مہتمم بندوبست تحصیل سجاوی ملک بلوچستان سے لکھتے ہیں ایک سالہ انجمن معین المسلمین لاہور رسالہ خدمت ہے جسمیں جناب مولوی عبداللہ صاحب ترک کی تیسری تقریر درج ہے اپنی تقریر میں اُنہوں نے اس انجمن کو شرعاً جائز کرنیکی ایک تجویز پیش فرمائی ہے۔ براہ مہربانی آپ بعد ملاحظہ تقریر مذکور تحریر فرماویں کہ اُنہوں نے درست لکھا ہے یا نہیں۔

برخوردار محمد بخش دُکاندار چنیوٹ محلہ نجاران لکھتے ہیں انجمن معین المسلمین کی پہلی صورت آپکو واضح ہے۔ اور حال میں جو مولوی عبداللہ صاحب نے نئی شکل ایجاد کی ہے کہ بلا غرض روپیہ جمع کرادیں۔ اسکا فایدہ ہمیں ہوتا ہے اور پھر اُنکو حسب ضرورت مدد دیجاویگی وغیرہ وغیرہ یہ شرع محمدی میں جائز ہے یا کیا۔

اس تقریر اور اس کی مندرجہ صورت جواز پر اظہار رائے

اِس تقریر میں پانچ فقرے لائق اظہار رائے وفتویٰ شرعی ہیں جنپر خط دیگر نمبر لگایا گیا ہے امر اوّل و دوم۔ کی نسبت اصل مضمون بصفحہ ۳۳ وغیرہ اظہار رائے وفتویٰ شرعی ہو چکا ہے کہ یہ تنبول ناجائز شرائط کی وجہ سے ناجائز ہے اور ان شرائط نے اسکو قرض حسنہ رہنے نہیں دیا۔ مولوی ترک صاحب اس تنبول کو جناب رسالتمآب کا نکالا ہوا طریق قرار دیتے ہیں۔ خاکسار کی تحقیق میں ان کی صاحب کا یہ دعوے صحیح نہیں ہے۔ اور دواوین سنت (کتب حدیث) میں کہیں اس رسم کا نام و نشان پایا نہیں جاتا

شادی نکاح کے موقعے آنحضرت کے عہد سعادت مہد میں اور صحابہ و تابعین کے زمانہ بھی ہوئے۔ اور ان موقعوں پر خرچ کی ضرورتیں مہر و ولیمہ کیلئے بھی پیش آئیں۔ مگر یہ کہیں نہیں آیا اور دیکھا نہیں گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یا اصحاب یا تابعین نے ایک دوسرے کو ان موقعوں پر بطور تنبول کچھ دیا ہو جس کسی کو کچھ ضرورت پیش آئی وہ اُسکی موجودہ حالت کے مطابق اُسی کے موجودہ سامان سے پوری ہوگئی حضرت علی مرتضی کرم اللہ

وجہہ کا نکاح حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تو ضروری اخراجات کے لئے اپنی زرہ فروخت کی چنانچہ مواہب لدنیہ میں منقول ہے - یہ مروی نہیں کہ حضرت صدیق اکبر یا حضرت عمر فاروق نے کچھ بطور تنبول دیا ہو - ایک اور صحابی کو نکاح کی ضرورت پیش آئی تو آنحضرت نے اسکو مہر میں دینے کیلئے لوہے کی انگوٹھی ہی اپنے گھر سے تلاش کرنیکا حکم دیا - اور یہ خیال نہ فرمایا کہ تنبول کی رقم سے اُس کو مہر دینے کیلئے کچھ آجائیگا - آخر چند سورتیں قرآن کی پڑھا دینا مہر مقرر کر دیا چنانچہ صحیح مسلم میں ہے - خود بدولت حضرت رسالت نے سفر جنگ میں حضرت صفیہ سے نکاح کیا - تو خرچ ولیمہ کے واسطے نہ اصحاب نبوی نے تنبول دیا نہ آنحضرت نے اُنکے واسطے قرض اُٹھایا - نہ عدم موجودگی زر کیوجہ سے آپنے مدینہ شریفہ میں پہنچنے تک ولیمہ کو ملتوی فرمایا - بلکہ اس سفر کیحالت میں اپنے اصحاب سے کھجوریں ستو وغیرہ جو کچھ اُنکے پاس تھا طلب کیا - اور اُن چیزوں کو باہم ملاکر ایک کھچڑ سا بناکر حکم دیا کہ کھاؤ یہی ہمارا ولیمہ ہے - چنانچہ (صحیح بخاری میں منقول ہے) اس عمل زمانہ آنحضرت اور صحابہ و تابعین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسم تنبول سنت الاسلام اور پرانی اسلامی رسم نہیں ہے - اور چونکہ یہ رسم ہندوستان کے ہندوؤں میں پائی جاتی ہے اور اُنکی بہت رسوم شادی و مسلمانوں نے اخذ کی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسم بھی مسلمانوں نے ہندوؤں سے اخذ کی ہے

آب رہی یہ بحث و سوال کہ شریعت محمدیہ سے اس رسم کا جواز نکلتا ہے یا نہیں - اور یہ تنبول کسی جائز عقد معاملہ شرعی میں داخل و شامل ہو سکتا ہے یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ تنبول محض بہ نیت احسان و صلہ بطور تبرع بغیر نیت کسی عوض لینے کے دیا جائے تو یہ ہبہ ہدیہ ہو سکتا ہے اور اگر بہ نیت قرض دیا جائے تو قرض حسنہ بن سکتا ہے - مگر اسکے قرض حسنہ اور جائز ہونے کیلئے تین شرطیں ہیں - اوّل یہ کہ اس سے محض احسان و ثواب اُخروی کی نیت ہو فخر و نمائش و پیروی رسم کی نیت نہ ہو دوم - یہ کہ اسکے عوض میں کسی قسم کی زیادتی کی نیت نہ ہو - ایک روپیہ کے بدلے صرف ایک روپیہ لینے کی نیت ہو - نہ روپیہ سے زیادہ رقم نہ اُسکے ساتھ کھانا لینے یا خشک بھاجی لینے کی نیت سوم - یہ کہ اُسکے مطالبہ اور واپس لینے کا تنبول وغیرہ

والیکو ہر وقت اختیار دیا جائے یہ شرط نہ کیجائے کہ جب کبھی اُسکے یہاں شادی ہو تب ہی وہ مطالبہ کرے یا اتنی مدت یا سالوں سے پہلے مطالبہ نکرے ان شرائط کا ثبوت آیات و احادیث و اقوال فقہاء سے ان مسائل میں گذر چکا ہے جو اصل مضمون میں ہم نے بیان کئے ہیں۔ افسوس ان شرائط کی رعایت تو عام مسلمانوں کے مروجہ معمول تنبول میں پائی جاتی ہے نہ خاص کسی اسلامی انجمنوں کی مجوزہ تنبول میں۔ اس لئے یہ تنبول کسی جائز اسلامی عقد یا معاملہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔

فقرہ سوم و چہارم کی نسبت بھی اصل مضمون میں اظہار رائے و فتویٰ شرعی ہو چکا ہے اور اس تصور کا جو ان فقرات میں مولوی ترکی صاحب نے بیان کی ہے حکم اس مضمون اور اُسکے سند و دلائل سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ ترکی صاحب ان فقرات میں فرماتے ہیں کہ جس شخص نے صرف چوبیس روپیہ تنبول کے دیئے ہوں اُسکے حصہ میں اگر امدادی چندہ سے ایک سو روپیہ آوے تو اُسمیں سے ۲۵ یا ۳۰ روپیہ کاٹ کر باقی ۷۵ یا ۷۰ اُسکو دیدیں۔ اور وہ ۲۵ یا ۳۰ روپیہ اُس شخص کیطرف سے تجارت میں لگا دیں اور اس کا نفع اُس شخص کے نام سے جمع کرتی جائیں۔ یہانتک کہ وہ اس مقدار (۷۶ روپیہ) کو پہنچ جائے جو اس نے اپنے تنبول ۲۴ سے زیادہ لیا تھا۔ وہ ۷۶ روپیہ انجمن اس شخص کیطرف وصول کرے۔ گویا اُسنے اپنا زیادہ دیا ہوا تنبول واپس لے لیا۔ اسکے بعد اسکے وہ تیس روپیہ اُسکا خالص اور از خود دیا ہوا مال سمجھا جائیگا اور جو اُسکا نفع ہوگا نسلاً بعد نسل اُسکا مال ہوگا۔ اس تصور میں انجمن کو بھی نقصان نہ پہونچیگا اور اُسکا سلسلہ ہمیشہ جاری رہیگا۔ اور اُس شخص کو ۲۴ روپیہ دیکر ۷۰ یا ۷۵ لینا بھی جائز ہو جائیگا۔ کیونکہ وہ ۷۰ یا ۷۵ تنبول میں پاتی ہے جو انجمن آہستہ آہستہ واپس لیگی۔ ترکی صاحب اور اُنکی اس تصور مجوزہ کو پسند کرنیوالے اگر ہمارے اصل مضمون مفصل کو غور سے ملاحظہ فرمائینگے تو یقیناً جان جائینگے اور اسپر ایمان لائینگے کہ ۲۴ روپیہ دینے والا اُس شخص کو اس نیت سے تنبول میں دینا کہ ہمکو اس کے عوض میں زیادہ رقم ملیگی جائز نہیں اور داخل سود ہے۔ نا دینا اس شخص کو ۲۴ روپیہ کے عوض میں ایک سو روپیہ لینا پھر اُس سو میں سے ۷۰ یا ۷۵ اُس شخص کو خود دینا اور ۳۰ روپیہ کاٹکر جمع کر دینا جائز نہیں۔ اور جو چوبیس سے بڑھکر ۷۶ خالص سود ہے۔ اور اُسکی آمدنی سود کی آمدنی ہے۔ تا لنگا انجمن جو ۲۴ لیکر ۷۰ یا ۷۵ دیتی ہے وہ بھی یہی نیت نہیں رکھتی کہ اس شخص سے

جس کو ۷۵ یا ۷۰ روپیہ دیتی ہی صرف اتنے روپیہ واپس آئیگی - بلکہ انکی منشا یہ بھی نیت رکھتی ہی کہ اس روپیہ کے سوا جو انکو آمدنی منافع تیس روپیہ سے ملیگا اس شخص سے ۲۴ روپیہ اسکو بصیغہ تنبول وہ بھی لیگی جو دوسرے سال میں وہ شخص حسب قواعد انجمن داخل کریگا - پھر اس چوبیس روپیہ کو واپس کرنیکے وقت اسپر زیادتی کریگی اور اس زیادتی کو واپس کرنیکے وقت تیسرے سال ۲۴ روپیہ دیگی اسطرح اسکا سلسلہ ہر سال مزید جاری ہیگا یہ بھی ظاہر ہوگا کہ جسقدر وہ زیادتی تنبول میں کرتی ہی صرف انکو واپس لینیکی نیت رکھتی ہی ان تینوں امور کے علم و یقین کے بعد وہ ہرگز جایز نہ رکھینگے کہ ۲۴ روپیہ تنبول لیکر کوئی شخص سو روپیہ لے اور اسمیں سے ۷۰ یا ۷۵ روپیہ اپنے تصرف میں لاوے - اور ۲۵ یا ۳۰ - انجمن میں جمع کرا کے اسکے منافع سے زیادتی کو محسوب کرائے اور اس حیلہ سے وہ زیادتی حلال ہوجائے - سود نہ کہلائے - مولوی ترکی صاحب نے اس انجمن کا سلسلہ قایم رکھنے اور مسلمانوں کی تجارت میں ترقی کرنیکی تدبیر تو خوب بتائی تھی - مگر اس تجارت کا سرمایہ وہی کمبخت تنبول ہی جو سود ساتھ لاتا ہی - اور اس میں بھی ایک حصہ تجارت کیلئے انجمن کو دلانا ہے یعنی سرمایہ ۲۵ یا ۳۰ یا اس سے زیادہ روپیہ مسلمان اپنے جایز مال سے انجمن کو دیکر اسکا منافع حسب حصہ لیں تو انکی تجارت کی بھی ایک صورت نکل آئیے - اور انجمن کا سلسلہ تجارت قایم ہو - تنبول سے کہ نام اور انجمن کے قواعد مقررہ کی پابندی کر روپیہ انجمن میں آسکیگا تو وہ کسی صورت سے نہ خود حلال ہوگا نہ مسلمانوں کی تجارت کا جایز ذریعہ بنکر اس تجارت کے منافع کو حلال کریگا - انجمن کو اگر وہ اسلام اور مسلمانوں کی خیرخواہی چاہتی ہی مناسب ہے کہ تنبول کا سلسلہ جدا کرے - اور شرائط ثلثہ مذکورہ کے مطابق مسلمانوں میں اسکا رواج دے - اور تجارت کا سلسلہ جدا قایم کرے - اور اسمیں جداگانہ جایز مال لگا کر اسکا نفع مسلمانوں کو پہونچاوے -

امید ہے کہ ہمارے اس مضمون کو - اور ترکی صاحب کی تقریر کے متعلق اسلامی اور شرعی فتوے کو پڑھکر دیندار ارشد مسلمان اس انجمن سے علیحدہ ہو جائینگے - اور باقی انجمنیں بھی ہمارے ان مضامین سے نفع اٹھائینگے - اور مسلمانوں کو سود خواری قمار بازی سے بچائیگی

والتوفیق من اللہ الملک العزیز العلام -